بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلی آلہ الطاہرین واصحابہ المطہرین +

گزارش قابل ملاحظہ

زلاف حمد و نعت اولیٰ ست برخاک ادب خفتن + سجودی میتواں کردن دروی میتوان گفتن

احقر کمترین **فخر الحسن** عفی اللہ عنہ خدمات عالیات میں ناظرین رسالہ ہذا کے عرض پرداز ہے کہ یہ رسالہ جسکا نام **انتصار الاسلام** کمترین نے رکھا ہے مصنفہ جناب فیضمآب حامی شریعت و طریقت آیت من آیات اللہ حجۃ اللہ فی الارض مصداق حدیث علمائے امتی کانبیاء بنی اسرائیل نائب رسول سلطان الاذکیاء صوفی صافی مولوی حاجی حافظ مولوی **محمد قاسم صاحب** مرحوم مغفور طاب اللہ ثراہ وجعل الفردوس مثواہ کا ہے جسکو جناب مغفور نے بجواب اعتراضات پنڈت دیانند سرستی کے ۱۲۹۵ھ میں تصنیف کیا تھا اور باعث تصنیف اس رسالہ اور رسالہ قبلہ نما کا جو گویا اسکا دوسرا حصہ ہے یہ ہے کہ پنڈت دیانند سرستی نے رڑکی میں آکر بر سر بازار دین اسلام پر طرح طرح کے اعتراض کرنے شروع کئے چونکہ رڑکی میں کوئی اہل علم ایسا نہ تھا کہ پنڈت جی کے فلسفانہ اعتراضوں کے جواب دیسکے اسلئے پنڈت جی اور انکے معتقدین اہل ہنود نے میدان خالی پاکر بہت کچھ زبان درازیاں کیں اہل اسلام رڑکی نے پنڈت جی کی زبان درازی کی اطلاع خدمت میں جناب مغفور کے کی اور یہ بھی لکھا کہ پنڈت جی فلسفانہ اعتراض ہر روز بر سر بازار کرتے ہیں اول تو یہاں کوئی ایسا اہل علم نہیں جو فلسفانہ گفتگو کر سکے اور اگر کچھ کوئی طالبعلم کہ [illegible]

نہیں سنتا نہ مجھے فرصت ہے نہ میں گفتگو کا آرزومند ہوں اور نہ میں نے اشتہار میں مباحثہ کی خواستگاری کی کسی نے بغیر میری اطلاع اگر اشتہار چسپاں کر دیا ہو تو مجھے خبر نہیں ہر چند ہم لوگوں نے اصرار کیا مگر پنڈت جی نے نہیں نہیں کے سوا کچھ اور نہ کہا اس ردّ و بدل میں پنڈت جی کئی بار ایسے لئے گئے کہ دم بخود ہونا پڑا پھر ہمنے پنڈت جی سے یہ دریافت کیا کہ آپ جناب مولانا مولوی محمد قاسم صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنے کو راضی ہیں یا اُنسے بھی راضی نہیں پنڈت جی نے کہا کہ میں خواہ مخواہ متقاضی اس امر کا نہیں ہوں لیکن اگر جناب مولانا ممدوح تشریف لے آئیں تو مباحثہ کے لئے آمادہ ہوں اور اور کسی سے تو مباحثہ ہرگز نہ کروں گا وجہ اس تخصیص کی پوچھی تو کہا کہ میں تمام یوروپ میں پھرا اب تمام پنجاب میں پھر کر آیا ہوں ہر اہل کمال سے مولانا کی تعریف سنی ہے ہر کوئی مولانا کو یکتائے روزگار کہتا ہے اور مینے بھی مولانا کو شاہجہانپور کے جلسہ میں دیکھا ہے اُنکی تقریر دلاویز سنی ہے اگر آدمی مباحثہ کرے تو ایسے کامل دیکتا سے تو کرے جس سے کچھ فائدہ ہو کچھ نتیجہ نکلے الغرض وہاں سے آکر شہر میں رات بسر کی اور علی الصباح دیوبند روانہ ہوئے شام کو جناب مولانا کی خدمت میں پہنچے جو کچھ سرگزشت تھی وہ عرض کی دو تین دن کے بعد پھر اہل اسلام رڑکی کا خط آیا اسمیں پھر وہی تشریف آوری مولانا کی تاکید تھی اور پنڈت جی اور اُنکے شاگردوں و معتقدوں کی زبان درازی کی شکایت تھی جناب مولانا نے اُسکے جواب میں یہ لکھا کہ آپ صاحب پنڈت جی سے تاریخ مباحثہ کی مقرر کر کے ہمیں اطلاع دیں ہم خود حاضر ہوتے ہیں وہاں سے پھر یہ جواب دیا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ مولانا خود ہی آکر تاریخ مقرر کر لیں گے ہم تم لوگوں سے اس باب میں کوئی گفتگو نہ کرینگے آخر الامر جناب مولانا مع ہم چاروں اور جناب حاجی محمد عابد صاحب و حکیم مشتاق احمد صاحب کے اوائل شعبان میں رڑکی کو روانہ ہوئے گرمی کیوجہ سے رات کو چلکر علی الصباح رڑکی پہنچے اہل اسلام جوق جوق شاداں و فرحاں آ آکر ملنے لگے مولانا کی آمد کا تمام رڑکی میں شہرہ ہو گیا شرائط مباحثہ میں تحریری گفتگو شروع ہو گئی جناب مولانا شہر میں فروکش تھے اور پنڈت جی چھاؤنی میں مقیم تھے پنڈت جی نے کئی روز تک بیفائدہ ضد کی اور مناظرہ میں آنا قبول نہ کیا طرح طرح کے بہانے تراشا کئے آخر الامر تحریرین بھی گھبرا گئے اور کہلا بھیجا کہ مولوی جی بہی کہا تہ لکھہ بھیجتے ہیں ہم سب دیکھنے پنڈت جی اور اُنکے معتقد انچے بانچے تھک جاتے ہیں ہمارے سارے کام بند ہو گئے آج سے ہمارے پاس کوئی

بھی کرتا ہے تو پنڈت جی اور انکے معتقد اُسکو خاطر میں نہیں لاتے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم جاہلوں اور بازاریوں
گفتگو نہیں کرتے اپنے مذہب کے کسی بڑے عالم کو بلاؤ اُس سے گفتگو کرینگے انھیں مضمونوں کے متواتر خط آئے
یہاں مولانا کی یہ تجویز تھی کہ اپنے شاگردوں میں سے یا مدرسہ دیوبند سے کوئی طالبعلم چلا جائے اور پنڈت کی
کتھا میں کھنڈت ڈال آئے اتنے میں رورکی سے اور خط آیا اُسمیں یہ لکھا تھا کہ پنڈت جی کہتے ہیں کہ مولبی کاسم
(مولوی قاسم) اگر آئینگے تو گفتگو کرینگے ورنہ اور کسی سے ہرگز گفتگو نہ کرینگے اور وجہ اسکی غالباً یہ ہوگی کہ پنڈت
جی نے سمجھا کہ اب تو معتقدین میں اپنی ہوا بندھی کوئی ایسی شرط لگاؤ کہ گفتگو کی نوبت نہ آئے اور چونکہ مولانا
مرحوم بیمار ہیں اسلئے وہ نہ آئینگے نہ گفتگو ہوگی نہ اپنی ہوا بگڑیگی الغرض چونکہ جناب مولانا کو بخار آتا تھا اور خشک
کھانسی کی یہ شدت تھی کہ بات بھی پوری کرنی مشکل ہوتی تھی اور ضعف کی وہ نوبت تھی کہ پچاس سو قدم
چلنے سے سانس اکھڑ جاتا تھا اور یہ مرض و ضعف بقیہ اُس مرض سخت کا تھا جو اسی سال میں مکہ معظمہ سے
آتے وقت جہاز میں پیش آیا تھا بناچاری جناب مولانا نے اہل اسلام رڑکی کو یہ لکھ بھیجا کہ بسبب مرض ضعف کے
اول تو میرا وہاں تک پہنچنا معلوم اور اگر پہنچا بھی تو گفتگو کی قابل نہیں کھانسی دم لینے ہی نہیں دیتی بات پوری
کرنی مشکل ہے اسلئے میں تو مجبور ہوں ہاں یہاں سے دو چار ایسے شخص بھیج سکتا ہوں کہ پنڈت جی کا دم بند
کردینگے اور انکی ہوا بگاڑ دینگے اہل اسلام رڑکی نے بجواب اِس خط کے لکھا کہ پنڈت جی تو یہی ضد کرتے
ہیں کہ سوا مولبی کاسم کے ہم اور کسی سے گفتگو نہ کرینگے اسپر جناب مولانا مرحوم نے کمترین انام اور جناب مولوی
محمود حسن صاحب اور مولوی حافظ عبد العدل صاحب سے ارشاد کیا کہ تم خود رڑکی ہو آؤ اور اصل حال دریافت
کرلاؤ اگر پنڈت جی گفتگو کریں تو گفتگو تمام کر آؤ چنانچہ ہم تینوں نے رڑکی جانیکی تیاری کی اور مولوی منظور احمد
جلالپوری کو ہمراہ لیا اور جمعرات کے دن قبیل از مغرب ہم چاروں یار پیادہ رڑکی کو روانہ ہوئے دیوبند کے باغوں
میں نماز مغرب پڑھی اور راتوں رات چلکر علی الصباح رڑکی میں داخل ہوئے وانا اذا انزلنا بساحتہم فساء صباح
المنذرین ۔ وہاں کے اہل اسلام سے ملاقات ہوئی جمعہ کی نماز کے بعد ہم چاروں مع چند اشخاص اہل شہر
کے پنڈت جی کی کوٹھی پر جو سرحد چھاؤنی پر تھی گئے ہمارے ہمراہیوں میں سے بعضے لوگوں نے کہا کہ
پنڈت جی اپنے اعتراضوں کا جواب ان لوگوں سے سن لو یہ لوگ اسی لئے آئے ہیں پنڈت جی نے کہا کہ میں تو

لیجئے اب تو مجمع عام نہیں دس بارہ ہی آدمی ہیں اب بھی آپ اعتراض کیجئے ہم جواب دیتے ہیں پنڈت جی نے کہا
ہیں تو گفتگو کے ارادہ سے نہیں آیا تھا مولانا نے فرمایا کہ اب ارادہ کر لیجئے ہم آپکے مذہب پر اعتراض کرتے
ں آپ جواب دیجئے یا آپ اعتراض ہم پر کیجئے اور ہم سے جواب لیجئے پنڈت جی نے ایک نہ مانی شرائط کے با
ں گفتگو رہی لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا مجلس برخاست ہوئی جناب مولانا بھی اپنی فرودگاہ پر تشریف لائے اور
ی روز تک شرائط میں رد و بدل رہی آخرالامر مولانا نے یہ کہلا بھیجا کہ پنڈت جی کسی جگہ مباحثہ کر لیں برسر
نار کریں عوام میں کر لیں خاص میں کر لیں عام میں کر لیں تنہائی میں کر لیں مگر کر لیں پنڈت جی اپنی
وٹھی پر مباحثہ کرنے کو راضی ہوئے اور وہ بھی اس شرط پر کہ دو سو سے زیادہ آدمی نہوں مولانا مرحوم پنڈت
جی کی کوٹھی پر جانے کو تیار تھے لیکن سرکار کیطرف سے ممانعت ہوگئی کہ چھاؤنی کی حد میں کوئی
شخص گفتگو نہ کرنے پائے شہر میں جنگل میں جہاں کہیں جی چاہے گفتگو کرے مولانا نے پنڈت جی کو لکھا کہ
نہر کے کنارے پر یا عیدگاہ کے میدان میں یا اور کہیں مباحثہ کر لیجئے مگر پنڈت جی کو بہانا ہاتھ لگ
گیا تھا انھوں نے ایک نہ سنی یہی کہا کہ میری کوٹھی پر چلے آؤ چونکہ سرکار کیطرف سے ممانعت ہوگئی تھی اسلئے
جناب مولانا کوٹھی پر نہ جا سکے اور پنڈت جی کوٹھی سے باہر نہ نکلے ادھر تو یہ قصہ ہوا اور ادھر جناب
مولانا نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ بازار میں کھڑے ہو کر پکار پکار کے کہدو کہ پنڈت جی پہلے تو بہت سی
زبان درازیاں کرتے تھے اب وہ زبان درازیاں کہاں گئیں ذرا مردوں کے سامنے آئیں کوٹھی سے
باہر نکلیں اور یہ فرمایا کہ پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب علی الاعلان بیان کردو چونکہ یہ کام کچھ
ایسا مشکل نہ تھا کہ جناب مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی حافظ عبدالعدل صاحب کو تکلیف
کرنی پڑتی اسلئے بندہ نے اسکی تعمیل کردی یعنے پنڈت جی کے اعتراضوں کے جواب برسر بازار کئی
روز تک بیان کئے اور پنڈت جی کے مذہب جدید پر بہت سے اعتراض کئے اور بہت سی غیرت دلائی
اگرچہ مجمع عام میں پنڈت جی کے معتقد اور شاگرد بھی ہوتے تھے لیکن کسیکو نہ اتنی جرأت ہوئی کہ کچھ کہ
نہ اتنی غیرت آئی کہ پنڈت جی کو کشاں کشاں میدان میں لائے اور اسی مضمون کے اشتہار بازاروں میں
چسپاں کر دئے آخر مولانا نے پنڈت جی کے پاس یہ پیام بھیجا کہ خیر آپ مباحثہ نہیں کرتے نہ کیجئے ہم مجمع

اور تحریر نہ آئے ہم ہرگز جواب نہ دینگے اسی اثنا میں مولوی احسان اللہ ساکن میرٹھ مولانا کیخدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے کرنیل جنکی پیشی میں میں کام کرتا ہوں آپ کی ملاقات کے بہت مشتاق ہیں اور کپتان بھی آپ کی ملاقات کے آرزو مند ہیں اور انکو مذہب کی بابت کچھہ پوچھنا ہے جناب مولانا نے فرمایا کہ ہم تو اسی کام کے لیے آئے ہیں یہ خوب موقع ہاتھہ لگا جب آپ کہیے میں حاضر ہوں اگلے روز جناب مولانا مع چند ہمراہیوں کے کرنیل کی کوٹھی پر تشریف لیگئے کرنیل اور کپتان دونوں نے استقبال کیا مولانا کرسی پر بیٹھ گئے کرنیل نے اول تو مولانا سے یہ کہا کہ آپکے علم و فضل کا شہرہ سنکر میں بھی مشتاق ملاقات تھا سو بارے آج آپنے مہربانی کی اور پھر یہ پوچھا کہ دنیا میں بہت سے مذہب ہیں اور ہر کوئی اپنے مذہب کو حق کہتا ہے آپ یہ فرمایئے کہ حقیقت میں کون مذہب حق ہے جناب مولانا نے فرمایا کہ مذہب حق جسپر انسان کی نجات موقوف ہے مذہب اسلام ہے اور پھر ایسی ایسی دلیلیں بیان کیں کہ کرنیل و کپتان کرسی پر سے اچھل اچھل پڑتے تھے پھر کرنیل نے یہ کہا کہ جب مذہب اسلام ہی حق ہے تو خدا نے تمام مخلوق کو مسلمان ہی کیوں نہ کر دیا جناب مولانا نے اسکا ایسا کچھہ جواب دیا کہ کرنیل و کپتان سنکر حیران رہگئے اور مولانا کے علم و فضل کی تعریف کرنے لگے پھر کرنیل نے وجہ مینھہ نہ برسنے کی دریافت کی کیونکہ اسی سال میں موسم برسات اکثر خشک ہی گزر گیا تھا قحط کا اندیشہ تھا اور پھر آپ ہی کہنے لگا کہ ہمارے یوروپ کے حکما اسکا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ آفتاب پرانا ہو گیا گھسگیا اس میں گرمی ایسی نہیں رہی کہ جس سے بخارات آسمان کیطرف صعود کریں اور پانی ہو کر زمین پر ٹپک پڑیں جناب مولانا نے حکمائے یوروپ کے قول کی تغلیط کی اور وجہ اسکی شامت اعمال انسان بیان فرمائی یہ تقریریں بھی مفصل سننے کے قابل ہیں لیکن یہاں ان تقریروں کو لکھنا گویا ایک دوسرا رسالہ لکھنا ہے اسلیے تفصیل کو ترک کرتا ہوں اور آگے جو گزرا ہے اسکو عرض کرتا ہوں بعد اسکے کرنیل نے پنڈت جی کو بلوایا پنڈت جی آئے کرنیل نے پنڈت جی سے کہا کہ تم مولویصاحب سے کیوں گفتگو نہیں کر لیتے مجمع عام میں تمہارا کیا نقصان ہے پنڈت جی نے کہا کہ مجمع عام میں فساد کا اندیشہ ہے اسپر کپتان نے کہا کہ اچھا ہماری کوٹھی پر گفتگو ہو جائے ہم فساد کا بندوبست کر لینگے پنڈت جی نے کہا کہ ہم تو اپنی ہی کوٹھی پر گفتگو کریں گے اور پھر بھی اگر مجمع عام نہو جناب مولانا نے پنڈت جی سے کہا

تقریر مولانا نے وہاں بیان فرمائی تھی اسکو بھی یہاں درج کردیا ہے اس رسالہ میں سید احمد خانصاحب بہادر
کے اوہام کا بھی جواب ہے کیونکہ یہ حضرت چند امور میں پنڈت جی کے ہمصفیر ہیں شیطان اور جن فرشتوں کے
وجود خارجی کے دونوں منکر ہیں اور بہشت و دوزخ کے وجود حقیقی کا دونوں کو انکار ہے اگر سید صاحب اور
انکے ہم مذہب بنظر انصاف ان تقریروں کو ملاحظہ کرینگے تو امید خدا سے یوں ہے کہ انکے جی سے سارے
وسوسہ دور ہو جائیں گے اور شیطان کے وجود خارجی کا اقرار کرینگے جنون اور فرشتوں کے جسمانی ہونیمیں
کچھ وہم بھی نہ کرینگے اور بہشت و دوزخ کے وجود حقیقی کا یقین کرینگے بہشت میں داخل ہونے کی تیاری
کرینگے دوزخ سے بچنے کی فکر فرمائیں گے واللہ یہدی من یشاء الی صراط مستقیم ؎ جناب خانصاحب بہادر نے
جو سورہ بقر کی تفسیر لکھی ہے اسمیں شیطان اور تمام جن اور فرشتوں اور دوزخ اور بہشت کے وجود حقیقی خارجی
کا انکار کیا ہے اور معجزات انبیا کی تاویلیں کی ہیں اسکا جواب بندہ نے لکھا ہے جو قریب الاختتام ہے اگر خدا
کو منظور ہوا اور اسکے طبع کا سامان میسر ہوا تو وہ بھی عنقریب طبع ہو کر ناظرین کے ملاحظہ میں گذریگا القصہ
انتصار الاسلام گو عجیب رسالہ ہے مگر قبلہ نما عجیب و غریب ہے غالباً کئی صدی سے کسی کان نے ایسے مضامین
عالیہ نہ سنے ہونگے اور نہ کسی آنکھ نے دیکھے ہونگے زیادہ کیا عرض کروں ناظرین بعد ملاحظہ خود دیکھ لیں گے
انشاء اللہ تعالے عنقریب قبلہ نما بھی طبع ہو کر شایع ہوتا ہے اور جناب مولانا کی وہ تحریریں جو زیر طبع
اب تک نہیں آئیں اور وہ کوئی سو جزو ہونگے انکے شائع کرنے پر بندہ نے کمر ہمت باندہی تو ہے خداوند
کریم مدد کرے آمین حیف صد ہزار حیف کہ زمانہ ایسے عالم ربانی سے جو اپنے زمانہ میں اپنی نظیر نہ رکھتا تھا
خالی ہو گیا. افسوس صد ہزار افسوس کہ ایسا حامی شریعت جو نہ فقط اپنی جان بلکہ پڑوسیوں کی بھی جانیں
شریعت کی حمایت میں جھونکدے اسوقت دنیا سے اٹھ جائے ہائے وہ باغ اسلام کا باغبان کہاں گیا جو اس باغ
کی حفاظت کرتا تھا جس سے اسکو رونق تھی ہائے اب اس باغ کی خدمت کون کریگا اسکی روشیں کون
درست کریگا خس وخاشاک سے صحن چمن دین کسطرح صاف ہوگا ہائے وہ نخلبند گلستان اسلام کدہر
گیا جو سرو اسلام یعنے صراط المستقیم کی درستی و موزونی کی فکر رکھتا تھا ہائے وہ جاروب کش باغ دین
کہاں گیا گذرا ہوا جسکی تقریر خس وخاشاک اوہام کے لئے جاروب تھی اب سوائے حسرت و افسوس کے

عام میں وعظ بیان کرینگے آپ مع شاگردوں اور معتقدوں کے وعظ تو سن لیں لیکن ؎ کب وہ سنتا ہے کہانی میری * اور پھر وہ بھی زبانی میری * پنڈت جی وعظ میں تو کیا آتے رڑکی سے بھی چلدئے اور ایسے گئے کہ پتا بھی نہ ملا کدھر گئے آخرش مولانا نے بہ نفس نفیس بر سر بازار تین روز تک وعظ فرمایا مسلمان و ہندو و عیسائی اور سب بڑے چھوٹے انگریز جو رڑکی میں تھے ان واعظوں میں شامل تھے ہر قسم کے لوگوں کا ہجوم تھا مولانا نے وہ وہ دلائل مذہب اسلام کے حق ہونے پر بیان فرمائے کہ سب حیران تھے اہل جلسہ پر عالم سکتہ کا سا تھا ہر شخص متاثر معلوم ہوتا تھا پنڈت جی کے اعتراضوں کے وہ وہ جواب دندان شکن دئے کہ مخالف بھی مان گئے توحید و رسالت کے بیان میں تو وہ سماں بندھا تھا کہ بیان سے باہر جسنے سنا ہوگا وہی جانتا ہوگا ع قدر ایں می نہ شناسی بخدا تا نچشی * جو لوگ اہل اسلام میں سے اس جلسہ میں اہل دل تھے وہ تو نیم بسمل ہو گئے تھے مرغ بسمل کیطرح تڑپتے تھے ع حوریاں رقص کناں ساغر مستانہ زدند * ان تینوں وعظوں میں جناب مولانا نے تمام اہل مذاہب پر ظاہر کر دیا کہ بغیر اسلام لائے عذاب آخرت سے جو ابدی ہوگا نجات ممکن نہیں حجت الٰہی سب پر قائم کر دی بلکہ تمام کر دی اور اب بھی اگر کوئی دوزخ کی آگ کو اپنے واسطے پسند کرے تو وہ جانے ع نہ بائے آتش دوزخ میں جائے جسکا جی چاہے * بر رسولاں بلاغ باشد و بس * الغرض جناب مولانا ۱۴ شعبان کو رڑکی روانہ ہوکر ایک روز منگلور رہے دوسرے روز دیوبند پہنچے اور دو تین روز رہکر نانوتہ رونق افروز ہوئے اور پنڈت جی کے اعتراضوں کے جوابات لکھے جو کل گیارہ تھے خانہ کعبہ کیطرف سجدہ کرنے پر جو اعتراض ہے اسکا جواب چونکہ بہت شرح و بسط رکھتا ہے اسکو جناب مصنف مرحوم ہی نے ایک جدا رسالہ کر دیا تھا اور اسکا نام **قبلہ نما** فرمایا کرتے تھے اور دس اعتراضوں کے جو جوابات ہیں انکا جدا رسالہ کر دیا تھا مگر اسکا نام کچھ مقرر نہیں فرمایا تھا اسلئے بندہ نے اسکا نام **انتصار الاسلام** رکھا اور جوابات دندان شکن بھی اسکا نام ہے جناب مولانا مرحوم کے سامنے بھی اس نام کا ذکر آیا تھا اور ہندی میں اس رسالہ کا نام پنڈت کی کتھا ہے کہ پنڈت ست رسالہ قبلہ نما میں فقط ایک اعتراض کا جواب ہے اور انتصار الاسلام میں دس اعتراضوں کا جواب ہے اور بنظر مناسب بندہ نے پنڈت جی کے اعتراض کا جواب جو شاہجہانپور کے مباحثہ میں بہشت و دوزخ کے وجود پر کیا تھا اسی رسالہ میں شامل کر دیا ہے اور فرشتے اور جنوں کے موجود خارجی ہونے کے ثبوت میں جو

عقل سلیم بالبداہۃ اسکی ضرورت پر شاہد ہے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہے کہ تقیید حقیقۃ میں ایک تقطیع کا نام ہے
اور قطع کرنے کو یہ لازم ہے کہ کسی بڑی چیز میں سے ایک چھوٹی چیز نکال لیجئے سو اگر کلیات میں یہ قطع و برید
واقع ہو تو وہ چھوٹی چیز یا تو بانوجہ کہ احاطہ تقطیع میں یعنے اُس شکل کے احاطہ میں ہوتی ہے جو قطع کرنے
سے حاصل ہوتی ہے وہ قید شکل میں آجاتی ہے مقید ہوگی اور وہ بڑی چیز با این نظر کہ اُس قید سے خارج ہے مطلق
کہلائیگی کیونکہ مطلق اُسکو کہتے ہیں جسکا کوئی روکنے والا نہو بالجملہ ہر مقید کے لئے بشہادت عقل اور نیز اتفاق
اہل عقل مطلق ضرور ہے اسلئے اگر خدا قادر مطلق نہو گا تو قادر مقید ہو گا اور اُس سے اوپر کوئی اور قادر مطلق ماننا
پڑیگا اور چونکہ قادر مطلق کے لئے پنڈت جی کے نزدیک یہ ضرور ہے کہ وہ اوروں کے مارنے پر بھی قادر ہو اور
اپنے مارنے پر بھی قادر ہو چنانچہ تقریر اعتراض اسپر شاہد ہے تو اُسکو خدا کے مارنے پر بھی قدرت ہوگی اور اپنے مارنے
پر بھی اور جب نعوذ باللہ خدا کے مارنے پر بھی اُسکو قدرت ہوئی تو جلانے اور خدا کے مارنے پر بھی قادر ہوگا
بلکہ یوں کہئے خدا وسی کا پیدا کیا ہوا اور جلایا ہوا ہوگا اپنی ہی دی ہوئی صفت کو کوئی چھین سکتا ہے مگر دوسرے
کی دی ہوئی صفت کو کون سلب کر سکے آفتاب اگر زمین کو نور عنایت کرتا ہے تو وہی چھین سکتا ہے یعنے اپنی
حرکت سے نور کو زمین سے لے سکتا ہے قمر عطائے آفتاب کو نہیں چھین سکتا اور ظاہر ہے کہ وجود اور حیات دونو صفتیں ہیں
جو انکو کسی سے چھینے یوں سمجھو اسی نے دی ہوگی اس صورت میں خدائی کیا ٹھہری بادشاہ شطرنج کی بادشاہی ہوئی بالجملہ
خدا کو قادر مطلق نہ کہنا ایسا سخت کلمہ ہے کہ اُس سے خدا کی خدائی ہی کا انکار لازم آتا ہے فقط قدرت کاملہ ہی کا انکار نہیں آتا
جواب ۲ - ہر فعل یعنی تاثیر کیلئے ایک فاعل یعنی موثر چاہئے اور ایک مفعول یعنی منفعل ضرور ہے مگر منفعل وہی ہوتا ہے
جسمیں قابلیت قبول تاثیر ہو ہاں یہ ہوتا ہے کہ جیسے موثر باعتبار تاثیر کم و زیادہ ہوتے ہیں ایسے ہی منفعل اور متاثر بھی باعتبار
انفعال و تاثیر قابلیت قبول اثر کم و بیش ہوتے ہیں مگر نہ مقبول کی قابلیت کا عدم اور نقصان موجب عدم تاثیر یا موجب
نقصان تاثیر موثر ہو سکتا ہے اور نہ فاعل کی تاثیر کا عدم اور نقصان موجب عدم قابلیت منفعل یا موجب نقصان
قابلیت منفعل ہو سکتا ہے مثلاً آفتاب در بارہ تنویر زمین و آسمان موثر ہے اور آئینہ اُسکے مقابل میں متاثر و منفعل ہے
یہ منفعل وہ اس باب میں فاعل اور موثر کامل ہے اور یہ اس باب میں منفعل اور متاثر کامل یعنے قابل بوجہ اتم ہے لیکن
اگر فرض کر دیجئے آئینہ پتھر ہو تو مفعول کیجانب بیشک نقصان قابلیت ہو گا اور اگر بجائے آئینہ صحیح یا ہوا

کچھ نہیں ہو سکتا انا للہ وانا الیہ راجعون نہ کوئی رہا نہ کوئی رہیگا البتہ ایک ذات وحدہ لاشریک جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگی جناب مولانا مرحوم نے شاگرد و معتقد بہت سے چھوڑے اب انکو چاہئے کہ جناب مولانا مرحوم کیطرح جان و مال و عزت و آبرو کا کچھ خیال نہ کریں آپس کے جھگڑوں میں نہ پڑیں خدا و رسول کے دشمنوں سے لڑیں حتی الوسع دین اسلام کی حمایت کریں بندہ کا بھی ایک ادنے شاگردوں میں شمار ہوتا ہے اگرچہ سب میں ادنے ہے لیکن اس انتساب کو اپنا فخر جانتا ہے ع بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست + اب رب العزت سے یہ دعا کرتا ہوں کہ اسلام و اہل اسلام کو ترقی دے ہمارے گناہوں پر خیال نہ فرمائے خاک ذلت سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھلائے اسلام کا بول بالا ہو دشمنان دین کا منہ کالا ہو ع این دعا از من و از جملہ جہان آمین باد + پھر میں نے جناب مولانا مرحوم کی سوانح عمری لکھی ہے اور جو عجائب واقعات گزرے ہیں اور جو جو کارنمایاں مولانا مرحوم نے کئے ہیں آنکا مفصل حال بیان کیا ہے اور بہت سے متفرق واقعات علمی و عملی جن سے جناب مولانا کا یکتائے روزگار ہونا علوم ظاہری و باطنی میں ظاہر ہوتا ہے مشرح مرقوم کئے ہیں اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ جناب مولانا مذکور کیا کیا چیزیں اپنی یادگار چھوڑ گئے ہیں اور غرض اس جمع و تفصیل سے یہ ہے کہ شاید کوئی کمر ہمت باندھے اور اپنے مقدور کے موافق ایسے امور کے اجرا میں کوشش کرے اور مضامین عالیہ سے خود نفع اٹھائے اور اوروں کو پہنچائے یہ سوانح عمری لائق دید ہے شاید ایسی عجیب چیز بھی اس زمانہ میں اور کوئی ہو یہ سوانح عمری چونکہ ایک کتاب ہوگئی ہے اسلئے بالفعل شائع ہونا اسکا ذرا دشوار ہے اگر خدا کو منظور ہے تو اسکا بھی وار آجائیگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اعتراض (۱) مسلمان کہتے ہیں خدا قادر مطلق ہے لیکن خدا اپنے آپ کو مار نہیں سکتا نہ چوری کر سکتا ہے اسلئے وہ قادر مطلق نہیں۔

جواب (۱) اگر خدا اسلئے قادر مطلق نہیں تو قادر مقید ہوگا اور قادر مقید ہوگا تو اسکے اوپر بالضرور قادر مطلق ہوگا کیونکہ اول تو باتفاق اہل معقول ہر مقید کے لئے ایک مطلق ضرور ہے دوسرے قطع نظر انکے اتفاق کے یوں

جواب (۱) اسوجہ سے کہ شیطان کا بہکانیوالا کوئی نہیں ملتا شیطان کے وجود اور اُسکے بہکانے میں متامل ہونا ایسا ہے جیسے بایں وجہ کہ آگ کا گرم کرنیوالا کوئی نہیں اور آفتاب کا روشن کرنیوالا کوئی نہیں آگ کی نسبت آب گرم کے گرم کرنے میں اور آفتاب کے زمین روشن کرنے میں متامل ہونا اگر یہی وجہ ہے تو آگ کے وجود سے بھی انکار کرنا لازم ہے اور آفتاب کے وجود سے بھی انکار ضرور ہے اور آب گرم کی آتش سے گرم ہونیکو اور زمین وغیرہ کے آفتاب سے روشن ہونے کو غلط کہنا چاہئے بلکہ باین نظر کہ خدا کا کوئی پیدا کرنیوالا نہیں خدا کے وجود کا انکار بھی ضرور ہے بعد عالم کے مخلوق خدا ہونیکو غلط کہنا لازم ہے یہاں بھی یہی کہنا چاہئے کہ جیسے انسان اپنے آپ بُرے کام کرتا ہے مخلوقات بھی اپنے آپ پیدا ہوجاتے ہیں کوئی خالق نہیں +

جواب (۲) اوصاف کے پہیلاؤ کی یہ صورت ہے کہ ایک موصوف بالذات اور مصدر وصف ہوتا ہے جسکے حق میں وہ وصف خانہ زاد ہوتا ہے اور سوا اسکے اور سب اُس سے مستفید ہوتے ہیں وصف وجود کے پہیلاؤ کی یہ صورت ہوئی کہ خدا موجود بالذات اور مصدر وجود ہے اُسکے حق میں وجود خانہ زاد ہے اور سوا اُسکے اور سب اُس سے مستفید ہیں حرارت کے پھیلاؤ کی یہ صورت ہوئی کہ آتش گرم بالذات اور مصدر حرارت ہے اور آب گرم وغیرہ اس سے حرارت میں مستفید نور کے پھیلاؤ کی یہ صورت ہے کہ آفتاب بالذات روشن اور مصدر نور ہے تو اُسکے حق میں خانہ زاد ہے اور سوا اُسکے اور سب اُس سے مستفید اور یہ جو آفتاب میں حرارت اور آتش میں نور ہے تو اُسکی وجہ یہہ ہے کہ مادہ واحد دونوں میں مشترک فقط صفائی مادہ اور عدم صفائی کا فرق ہے سو یہ ایسی بات ہے، جیسے شمع کافوری یا شمع موم یا گیاس کی روشنی اور سرسوں ترہ وغیرہ کی مشعلیں مادہ آتشیں ہونے میں تو شریک مگر صفائی اور غیر صفائی میں زمین آسمان کا فرق جیسے یہاں باوجود فرق مذکورہ موصوف بالحرارۃ اور موصوف بالنور دونوں میں آتش ہی ہے ایسے ہی آفتاب اور آتش میں بھی اشتراک مادہ ہے اور موصوف بالحرارۃ اور موصوف بالنور دونوں جا ایک ہی چیز ہے غرض موصوف بالذات ایک ہوتا ہے پر اُسکے وصف کا پہیلاؤ یوں ہوتا ہے کہ تا بلاتے کثیرہ اُس سے مستفید اور اُسکے وصف کی معروض ہوجاتی ہیں مگر منجملہ اوصاف وصف ضلال بھی ہے اُسکے پہیلاؤ کی بھی صورت ہے کہ ایک کوئی موصوف بالذات ہو اور سوا اُسکے اور سب اُس سے یہ وصف لیکر زمرہ ضالین میں داخل ہوں سو اس موصوف بالذات کو تو ہم شیطان کہتے ہیں اور باقی گمراہوں کو اُسکے وصف کا مدد ضلال

یا آواز فرض کرو تو عدم قابلیت ہوگا مگر دونوں صورتوں میں آفتاب کے پُر انوار ہونے میں اور موثر ہونے میں کچھ نقصان نہیں آتا ہے جوں کا توں ہے علی ہذا القیاس ادہر اگر آئینہ ہو اور ادہر بجائے آفتاب کالا توا ہوا ہو تو پھر قابلیت آئینہ میں کچھ نقصان نہیں قابلیت کالے توے کا عدم ہے اور اگر بجائے آفتاب قمر ہو یا چراغ ہو تو پھر قابلیت آئینہ تو بدستور ہے مگر فاعل کیجانب نقصان تاثیر ہے جب یہ مقدمہ ممہد ہو چکا تو اب سُنئے قادر فاعل قدرت ہے اور مقدور مفعول قدرت اگر اُسطرف خدا ہے اور اسطرف ممکنات تو فاعل بھی کامل ہے اور مفعول بھی کامل اور اگر ادہر تو ممکنات بدستور ہوں اور ادہر بجائے خدا اُسکی مخلوقات میں سے کسیکو فرض کرو فرشتہ یا جن یا آدمی تو مفعول کا کمال تو بدستور رہیگا پر فاعل کیجانب نقصان ہوگا اور اگر فرض کرو پتھر وغیرہ جمادات میں سے کچھ ہو تو پھر قابلیت کا عدم ہوگا اور اگر فاعل قدرت یعنے قادر تو خدا ہو اور ادہر بجائے ممکنات ممتنعات ذاتی یعنے محالات ذاتی ہوں تو فاعل کا کمال تو بدستور رہیگا او رمفعول کیجانب عدم قابلیت ہوگا اور اگر بجائے ممکنات و ممتنعات ذاتیہ ممتنعات بالغیر ہوں تب بھی قادر بدستور کامل رہیگا پر مفعول کیجانب نقصان قابلیت ہوگا پر محال اگر بوسیلہ قدرت ظہور میں نہیں آتا تو قدرت خداوندیکا اور اُسکی قادریت کا قصور نہیں ہونا محال ہی مقدوریت نہیں ہوتی سو پنڈت جی کے اس اعتراض سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ انکو ہنوز اس فرق کی خبر نہیں موت خداوندی مقدور نہیں کیونکہ محال ہے مگر اس سے خدا کی قادریت میں کیا فرق اور نقصان آگیا جو اُسکو قادر مطلق نہیں کہتے باقی رہا چوری کا اعتراض اُسکا جواب بھی اس مقدمہ ممہدہ سے نکل سکتا ہے صورت اُسکی یہ ہے کہ چوری کے لئے مال غیر چاہئیے وہ خدا کی نسبت مفقود ہے جو کچھ عالم میں ہے وہ خدا کی ملک ہے اور کیونکر نہو نوکری وغیرہ سے جو پیدا ہوتا ہے وہ برائے نام کمانے والوں کا پیدا کیا ہوا ہوتا ہے اتنی بات پر یوں کہا کرتے ہیں کہ انکا پیدا کیا ہوا ہے اور اسلئے یہ انکی ملک ہے خدا تو خالق حقیقی ہے اور پیدا کرنیوالا تحقیقی وہ مالک نہو اسکے کیا معنے مگر یہ ہے تو مال غیر معدوم محض ہوا اور اسوجہ سے مفعول یعنے مسروق کیجانب جو فعل سرقہ کے لئے چاہئے خالی نکلے غرض یہاں بھی قدرت اور قادریت خدا کا قصور نہیں مقدور کیجانب کا قصور ہے +

اعتراض (۲) مسلمان کہتے ہیں کہ شیطان بھکا کر انسان سے بُرے کام کراتا ہے لیکن ہم پوچھتے ہیں کہ شیطان کو کسنے بھکایا حاصل یہ ہے کہ مسئلہ غلط ہے انسان خود بُرے کام کرتا ہے +

عقل ہے حکم کے تبدیل میں اگر یہ خرابی ہے کہ خدا کیطرف غلط فہمی کاالزام آئیگا تو ارادہ کے تغییر و تبدیل میں بھی یہی خرابی ہے وہ بھی مثل حکم فہم پر موقوف ہے یعنے جیسے حکم جب دیتے ہیں جب پہلے کچھہ اپنے دل میں سمجھہ لیتے ہیں ایسی ہی ارادہ بھی کسی کام کا جب ہی کرتے ہیں جب اول اپنے دل میں کچھہ سمجھہ لیتے ہیں مگر یہ ہے تو پھر پیدا کرنے کے بعد معدوم کردینا اور جلانے کے بعد مارنا اور عطائے صحت کے بعد مریض کردینا اور راحت کے بعد تکلیف میں ڈالدینا علی ہذالقیاس اسکا الٹا بھی خدا سے ممکن نہو سکے کیونکہ یہ سب بارادہ خدا ہوتے ہیں سو ایک ارادہ کے بعد دوسرا ارادہ مخالف ارادہ دل خدا کرے تو یوں کہو کہ پہلے بے سوچے سمجھے خدا نے ارادہ کرلیا تھا ◆

جواب (۲) حکم اول کہیں بوجہ غلطی بدلا جاتا ہے اور کبھی بوجہ تبدل مصلحت بدلا جاتا ہے طبیب کبھی تشخیص میں غلطی کرتا ہے اور اسیوجہ سے بعد اطلاع غلطی نسخہ اول کو بدل دیتا ہے اور کبھی بوجہ تبدیل احوال مریض یا بوجہ اختتام وقت دوا اُس دوائی اول کو بدل دیتا ہے اثناء بخار میں اگر سرسام ہو جائے تو بوجہ تبدل احوال مریض نسخہ بدلا جاتا ہے اور بعد اختتام میعاد منضج جو مسہل لکھا جاتا ہے تو یہ تبدیل بوجہ اختتام وقت دوائی اول ہوتی ہے مگر ہرچہ باداباد ان دونوں صورتوں میں تغییر و تبدیل بوجہ اطلاع غلطی نہیں ہوتی سو خدا کے احکام کا تبدل تغیر بھی اسی قسم کا ہوتا ہے اُس قسم کا نہیں ہوتا مگر حضرت معترض کو ان دونوں صورتوں کی خبر ہی نہو تو وہ کیا کریں معذور ہیں ◆

اعتراض (۴) یہ مسئلہ اہل اسلام کا ہے کہ ارواح خدا کے یہاں پہلے سے موجود ہیں جب کسیکو حکم دیتا ہے تو وہ حکم کے موافق دنیا میں آجاتی ہیں نہیں بلکہ خدا کو ہر وقت قدرت ہے جب چاہے پیدا کرکے بھیجدیتا ہے اور ارواح کل ساڑھے چار ارب ہیں اور جنا و سزا بطور تناسخ ہوتی ہے ◆

جواب (۱) حاصل اس اعتراض کا تین باتیں ہیں اول تو یہ کہ خدا کو ہردم ارواح کے پیدا کرنے کی قدرت ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ پہلے سے انکو موجود مانیے دوسری یہ کہ مقدار ارواح ساڑھے چار ارب ہے اس سے غرض حضرت معترض کی یہ ہوگی کہ اہل اسلام کے طور پر مقدار ارواح زیادہ ہونی چاہئے کیونکہ وہ آوا گون کے قائل نہیں اس صورت میں جو ارواح ایک بار دنیا میں آئیں وہ پھر دوبارہ نہیں آتیں مگر یہ ہے تو پھر بلحاظ کثرت بنی آدم

اس سے لینے والے اور اسکی وجہ سے گمراہ سمجھتے ہیں مگر ہاں شاید کسی عقل کے پورے کو اس صورت میں یہ شبہہ ہو کہ شیطان کی برائی اگر خدا کیطرف سے ہے تو خدا کی برائی لازم آتی ہے نہیں تو شیطان کی خدائی ماننی پڑتی ہے یعنے جب اسکا وصف ذاتی جو ضلال تھا خدا کیطرف سے نہوا تو یہ معنی ہوئے کہ خدا کا مخلوق نہیں اور خدا کا مخلوق نہیں تو پھر ذات شیطانی بھی خدا کی مخلوق نہیں ہوسکتی کیونکہ وصف ذاتی اور ذات میں کسیطرح جدائی ممکن نہیں اور ظاہر ہے کہ جب ذات شیطانی مخلوق خدا ہوئی اور وصف ضلال مخلوق خدا نہو تو ضلال اوپر سے عارض ہوا ہوگا اس صورت میں اول تو وصف مذکور کا ذاتی ہونا غلط ہو گیا دوسرے وقت خلق اور اول آفرینش میں وصف اسمیں نہو گا اسلئے یہ گزارش ہے کہ صدور اور چیز ہے اور پیدا کرنا اور چیز ہے آفتاب کسی روشن دان کے مقابل ہو تو نور آفتاب اس روشن دان سے گذر کر زمین پر جا کر پڑتا ہے روشن دان کے شکل کے مطابق زمین پر ایک شکل نورانی پیدا ہو جاتی ہے لیکن نور مذکور کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب سے صادر ہو کر آیا اور شکل کو یوں نہیں کہہ سکتے کہ آفتاب میں سے نکلی ورنہ مثل نور شکل کو بھی اول صفت آفتاب ماننا پڑیگا ہاں یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ شکل آفتاب کے سبب پیدا ہو گئی غرض خلق یعنے پیدا کرنا اور چیز ہے اور صدور اور چیز ہے پیدا کرنے میں اول پیدا کرنیوالے میں اسکا عدم چاہیئے جسکو پیدا کرتا ہے یہاں تک کہ مال پیدا کرتے ہیں یعنے کماتے ہیں تو چونکہ بجائے نام یہاں بھی پیدا کرنا ہے اول مال کا عدم ہوتا ہے اور صدور کو یہ لازم ہے کہ اول مصدر میں صادر موجود ہو پھر صدور کی نوبت آئے سو بھلائیاں خدا سے صادر ہوئی ہیں اور برائیاں اسنے پیدا کی ہیں اور اسی بنا پر یوں کہہ سکتے ہیں کہ بری صورتیں بری سیرتیں بری آوازیں پاخانہ پیشاب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں اگر پیدا کرنے میں بھی مثل صدور خدا کیطرف سے آمد ہوتی تو یہ چیزیں بھی مخلوق خدا نہیں ہوسکتیں ہیں تو شیطان ہی نے کیا قصور کیا ہے اوسکے پیدا کرنے میں بھی برائی ہی کیوجہ سے برائی تھی سو یہ اور جگہ بھی موجود ہے۔

اعتراض (۳۱) مسلمان قائل ہیں کہ احکام خداوندی میں نسخ ہوتا ہے لیکن یہ امر بالکل خلاف عقل ہے کیونکہ اسکے یہ معنے ہوئے کہ خدا نے بے سوچے آج کچھ کہہ دیا کل کو جب کوئی خرابی دیکھی اور حکم بدل دیا خدا کا حکم آدمیوں کے حکم کے برابر نہیں ہمیشہ اسکا ایک حکم رہتا ہے اور تغییر و تبدیل احکام کی اسکے یہاں نوبت نہیں آتی۔

جواب (۱) اگر حکم خداوندی میں تغیر و تبدیل خلاف عقل ہے تو ارادہ خداوندی میں بھی تغییر و تبدیل خلاف

ہو کہ پہر یہاں نہ آیا ہوں باقی یہ جو اس صورت میں پنڈت جی کے اس اعتراض کے امر اول کا جواب خود بخود انکے عقیدہ سے نکل آیا تو یہ علیحدہ رہا کیونکہ آواگون ہوگا تو پہر خواہ مخواہ پہلے سے ارواح کا مخلوق ہونا تسلیم کرنا پڑیگا گو امر اول کی بناپر عقیدہ قدم ارواح جو ایک زمانہ میں پنڈت جی کیطرف منسوب تھا پہلے سے باطل نظر آتا تھا کیونکہ یہ امر قابل تسلیم ہو تو پہر قدم ارواح قابل تسلیم نہیں ہو سکتا +

جواب (۲) جسم انسانی وحیوانی مرکب روح اور اعضائے جسمانی آلہ افعال جسمانی میں رفتار گفتار استماع و دید اعضائے معلومہ کے ذریعہ سے روح سے صادر ہوتے ہیں اصل قوت روحانی یہ کام کرتی ہے پر جیسے کاتب بے قلم باوجود قوت کتابت ومشق تحریر لکھہ نہیں سکتا ایسے ہی روح باوجود قوت مشار الیہا بے ذریعہ اعضائے معلومہ رفتار گفتار سے عاجز ہے غرض جسم انسانی کا مرتبہ بمنزلہ مرکب روح ہونا اور اعضائے جسمانی کا بمنزلہ آلات ہونا بدیہی ہے اور کیوں نہو راکب و مرکب میں اول تو نسبت فوقیت ہوتی ہے پہر اسکے ساتھ راکب کا مطاع ہونا اور مرکب کا مطیع ہونا ہوتا ہے سو فوقیت وتحتیت تو اس سے ظاہر ہے کہ روح عالم علوی کی چیز ہے اور جسم اس خاکدان سفلی کی ایک شے ہے اور مطاع اور مطیع ہونا اس سے ظاہر ہے کہ روح کارفرمائے جسم ہے اور جسم کارکن روح علی ہذا القیاس آلہ اور فاعل میں بھی اول تو نسبت مبدائیۃ اور توسط ہوتی ہے اور یہی مطاع ہونا اور مطیع ہونا حاصل یہہ ہے کہ فاعل مبدا فعل ہوتا ہے اور آلہ واسطۂ فعل ہوتا ہی چنانچہ ابتدا پر کاتب ہے اور پہر قلم پہر کتابت اور نقوش سو جس کسیکو ادنی سی عقل بھی ہوگی وہ سمجھہ لیگا کہ مبدا افعال اختیاری روح اور قوائے روحانی ہیں اور پھر اعضائے معلومہ اور پہر افعال مطلوبہ سو جیسے اس ترتیب کی موافق اول وجود کاتب ہوتا ہے پھر کہیں قلم بنانے کی نوبت آتی ہے اور اسکے بعد فعل کتابت اور نقوش صادر اور ظاہر ہوتے ہیں اور اسیطرح راکب ہوتا ہے پھر کہیں گھوڑا وغیرہ اسباب سواری لئے جاتے ہیں اسکے بعد سواری اور سیر وشکار کی نوبت آتی ہے علی ہذا القیاس اور مرکب اور آلات کو خیال فرما لیجئے مگر یہ ہے تو پہر یہاں بھی یہی ہوگا کہ جو روح راکب اور فاعل ہے اول سے موجود ہو اور جسم اور اعضاء اور اسکے بعد بنائے جائیں امر ثانی کا جواب یہ ہے کہ شمار کی ضرورت مال واسباب وغیرہ ضروریات میں ہوتی ہے اور چونکہ ارب تک کسی کسیکا مال پہنچتا ہے تو یہ مقدار ہم جیسونکو ایسی نظر آتی ہے جیسے تالاب یا کوے کے مینڈک کو وہ تالاب اور وہ کنواں ایسے ہیں کہ انکھہ کھول کر نہ اس سے

و دیگر ذی ارواح ساڑھے چار ارب سے کہیں زیادہ تو ایک ہی آن میں موجود رہتی ہیں تیسری بات آواگون ہے جسکی
نسبت دوسری بات کو بمنزلۂ تمہید کہیئے اور آواگون صحیح ہوا تو پھر شور قیامت ایک افسانہ غلط ہوگا بالجملہ
اعتراض کی باتیں تو یہی ہیں پر دوسری بات بمنزلۂ تمہید امر ثالث ہے یا تیسری بات بمنزلۂ تصریح امر ثانی ہے اور اسلیے ہمکو بالاستقلال
تینوں باتوں کا جواب دینا لازم ہوا تاکہ ہر احتمال پر جواب منطبق ہو جائے پہلی بات کا جواب تو یہ ہے کہ اگر خدا کا ہر دم قادر ہونا
اسبات کو مقتضی ہے کہ وقت ضرورت سے پہلے کوئی چیز پیدا نہوا کرے تو نعوذ باللہ خدا تعالے حسب اعتقاد
پنڈت صاحب بالکل برخلاف عقل کرتا ہے جو فصل میں غلہ اور میوہ پیدا کر دیا اور سال کے سال حسب
ضرورت صرف ہوتا رہا یوں مناسب تھا کہ جب کسیکو ضرورت ہوا کرتی اسیوقت خدا تعالے پیدا کر دیا کرتا
علی ہذا القیاس زمین سے لیکر آسمان تک کوئی چیز ایسی نہیں جو ضروری نہیں پھر ہر قسم پر نظر ڈالکر دیکھ لیجے کہ مقدار
ضرورت سے کہیں زیادہ اور وقت ضرورت سے پہلے موجود ہے زمین پانی ہوا الی آخرہ سب چیزیں ایسی ہی
ہیں کہ ضرورت سے زیادہ ہیں اور پہلے سے موجود ہیں پھر کہیں نہ کہیں مقدار زائد بھی وقت ضرورت کی
آجاتی ہے باقی رہا امر ثانی اسکا جواب یہ ہے کہ ایک چھوٹے سے گانوں کے مچھر یا جھینگے ساڑھے چار ارب
سے تو زیادہ ہوں گے اگر اعتبار نہ آئے تو پنڈت اور انکے مرید گن دیکھیں جب مقدار ارواح ساڑھے چار ارب
ہے اور ہر قسم کے جسم حیوانی سے وہی ارواح متعلق ہوتی رہتی ہیں تو یہ تعداد ہرگز کسی عاقل کے نزدیک قابل
قبول نہیں مگر ہاں عقل کو طاق میں رکھ دیجے تو پھر سب کچھ مسلم ہو سکتا ہے اور امر ثالث کا جواب یہ ہے کہ آواگون
اگر بغرض جزا و سزا ہے جیسا عبارت اعتراض سے ظاہر ہے اور حضرات ہنود فرماتے ہیں تو پھر یہ عجب طرح کی
جزا و سزا ہے کہ نہ انعام لینے والے کو یہ خبر کہ یہ کاہیکا انعام ہے اور نہ سزایاب کو یہ اطلاع کہ یہ کاہیکی سزا ہے اگر
پنڈت جی کو یاد ہوتا کہ میں پہلے فلاں جون میں تھا اور اب فلانے کاموں کی جزا و سزا میں مرنے جینے امراض
اور تکالیف کی مصیبت میں پھر یہاں آیا ہوں جب بھی یہ بات علی العموم قابل تسلیم نہ تھی اگر مسلم ہوتی تو فقط
پنڈت جی ہی کے حق میں درباره جزا و سزا تسلیم کیجاتی مگر افسوس تو یہ ہے کہ جزا و سزا تو ایسی عام اور پھر ایک
فرد بشر کو بھی یاد نہیں اگر سلسلہ آفرینش بطور آواگون ہوتا اور آواگون بغرض جزا و سزا تو
یہ ضرور تھا کہ ہر فرد بشر کو یہ یاد ہوتا کہ میں پہلے فلانے جون میں تھا اور فلانے کردار کے پاداش میں گرفتار

تقریر کا حاصل تو یہ ہے کہ مقدار مذکور آواگون برو ئے نقل ثابت نہیں باقی رہی عقل اُسکے طور پر عدم ثبوت مقدار تو خود
ظاہر ہے اور آواگون کے ثبوت عقلی ہیں بہت سے بہت کوئی کہے تو یہ کہے کہ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ بعض آدمی اول
سے آخر تک زہد و تقوی اور عبادت خدا میں گذار دیتے ہیں مگر باوجود اسکے ساری عمر انکی تکالیف میں گزر جاتی ہے
اور بعض آدمی اول سے آخر تک عیاشی اور فسق و فجور میں بسر کرتے ہیں اور با اینہمہ عیش و آرام میں انکی گزرتی
ہے اب اس تکلیف اور اس آرام کو اعمال حال پر مطابق کر کے دیکھتے ہیں تو مطابق نہیں آتے یہ نہیں کہہ سکتے کہ
یہ تکلیف و آرام زمانہ حال کے اعمال کی جزا و سزا ہے اور نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ زمانہ آیندہ کی اعمال کی جزا و سزا
ہے کیونکہ انعام قبل حسن خدمت اور سزا قبل جرم نہیں ہو سکتی اسلئے یہی کہنا پڑیگا کہ زمانہ گزشتہ میں پہلے
بُرے عمل کئے ہونگے یہ آرام و تکلیف اُنکے پاداش اور انکی جزا و سزا ہے مگر یہ بات بے اسکے سمجھ میں نہیں آتی
کہ اس زندگانی سے پہلے بھی کبھی اس عالم میں گزر ہوا ہے سو یہی آواگون ہے مگر غور سے دیکھئے تو یہ دلیل ایسی لچر
ہے جیسی مکڑی کا جالا کون نہیں جانتا کہ آرام و تکلیف جزا و سزا ہی میں منحصر نہیں بوجہ براہ کرم کوئی کسیکو
راحت پہنچاتا ہے تو وہ کسی کام کا انعام نہیں ہوتا اور کوئی جراح کسی کے دنبل کو شگاف دیتا ہے یا کوئی
طبیب کسی مریض کو کڑوی دوا بتلاتا ہے یا لڑکوں کے والدین اُنکو مکتب میں بھیجکر جو آزردہ کرتے ہیں
تو یہ کسی جرم کی سزا نہیں سمجھی جاتی اس قسم کی آرام و تکلیف عالم میں اُس سے زیادہ ہیں جو بطور جزا
و سزا پیش آتی ہیں مگر افسوس ہنود نے باوجود اُسکے آرام و تکلیف کو جزا و سزا ہی میں منحصر کر دیا اور یہ نہ سمجھا
کہ اگر یہ انحصار خدا کیطرف سے ہوگا تو بنی آدم خدا سے بڑھ جائینگے وہاں تو کرم کی بھی صورت تھی
یہاں کرم کی کوئی صورت نہیں وہاں چارہ گری اور تربیت بھی تھی یہاں نہ چارہ گری ہے نہ تربیت پھر اُن کے
خدا کو رحیم اور کریم اور چارہ ساز قاضی الحاجات اور رب العالمین کہتے چلے جاتے ہیں اگر اہل کرم کی داد و دہش
وجہ کرم اور جراح کی ایذا رسانی اور طبیب کی تکلیف چارہ سازی اور ماں باپ کی سخت مزاجی جو مکتب میں
بھیجنے وغیرہ کی ہوتی ہے بوجہ تربیت ہے تو خدا کیطرف سے اس قسم کے آرام و تکلیف کا ہونا ضرور ہے تاکہ اُسکے
واسطے بھی یہ اوصاف مسلّم رہیں ورنہ مخلوقات خالق سے افضل ہو جائیگی با اینہمہ بطلان آواگون اول تو اس
سے ظاہر ہے کہ جزا و سزا کے لئے اطلاع کی حاجت ہے بالخصوص موافق اعتقاد ہنود کیونکہ اُنکے نزدیک جزا و سزا

زیادہ دیکھا نہ سُنا اسلئے اُسکے سامنے اگر دریائے شور کی عظمت بیان کیجائے تو اُسکے خیال میں نہیں آسکتے گو جہاز
کے سوار ہونے والے اور اُسکی عظمت کا مشاہدہ کرنے والے کرۂ ہوا اور کرات افلاک وغیرہ مخلوقات خداوندی کے سامنے
اُسکو بہت حقیر سمجھتے ہوں بالجملہ ناواقفونکو یہ مقدار ایک مقدار کثیر معلوم ہوتی ہے سو اسوجہ سے شاید اس
قسم کی مقدار میں بیدلیل ارواح کو محدود کرنا ضروری سمجھا ورنہ حقائق شناسان حقائق آگاہ سے اگر پوچھے
تو یہ مقدار خدا کی عظمت اور اُسکی مخلوقات کی تعداد کے سامنے کچھہ حقیقت نہیں رکھتی باایں ہمہ یہ مقدار اور نیز آوا
گون دونو کسی دلیل سے ثابت نہیں کیونکہ ثبوت کی دو قسمیں ہیں ایک نقلی دوسرا عقلی ثبوت نقلی کے یہ معنے
ہیں کہ بوسیلہ کلام خداوندی کوئی امر ثابت ہوجائے سو ہنود کے ہاں اگر کلام خدا ہو تو چار بید ہوں اُنہیں کی
نسبت اُنکا یہ خیال ہے کہ یہ کلام خدا ہیں مگر اُنکی یہ کیفیت کہ نہ اُنمیں یہ مذکور کہ بید کلام خدا ہیں اور نہ یہ کہ برہما جی
جو اُنکے معلم اول ہیں خدا کے پیغمبر اور نہ برہمانے کبھی یہ دعوے کیا کہ میں فرستادہ خدا ہوں اور یہ کلام خدا ہے
اور جب تک یہ دونوں باتیں ثابت نہ ہولیں تب تک اُسکا کلام خدا ہونا قابل قبول نہیں اور جب یہ دکھیا جائے
کہ اُسمیں پرستش غیر خدا کی تعلیم ہے تو پہر اُلٹا اسبات کا یقین ہوجاتا ہے کہ بیشک یہ کلام خدا نہیں ورنہ اُسمیں
تو کچھہ شک ہی نہیں کہ وہ محرف ہیں یعنے اُن میں جعلسازوں کی شرارت سے کمی بیشی الحاق و تبدیل کچھہ نہ کچھہ واقع
ہوئی ہے کیونکہ خدا کیطرف سے تعلیم مخالف واقع ممکن نہیں ظاہر ہے کہ اس صورت میں سوائے خدا اور وں کو بھی
مستحق عبادت سمجھنا ضرور ہے اور مستحق عبادت ہونے کے یہی معنی ہیں کہ اُنکو مالک اصلی اور صاحب اختیار کلی سمجھ
اور یہ بات بے اسکے متصور نہیں کہ سررشتہ ایجاد و اعدام اپنے ہاتھہ میں ہو اور وجود خانہ زاد ہو جسکو چاہا دیا جسکو
چاہا نہ دیا مگر یہ بات سوائے خدا اور کسیکو نصیب نہیں پھر اوروں کے لئے عبادت کی تعلیم ہو تو یہ معنے ہوئے
کہ غیر مستحقوں کو مستحق سمجھو اور خواہ مخواہ علم کو غلط کردو ہاں مگر جیسے حکم حاکم کے ارادہ پر موقوف ہوتا ہے
اگر علم بھی عالم کے اختیار پر موقوف ہوتا تو یون ہی سہی مگر سب جانتے ہیں کہ اسباب میں علم حکم کے عکس ہے
کیونکہ حکم میں فاعل یعنے حاکم کا اتباع ہوتا ہے اور علم میں مفعول یعنے معلوم ہوتا ہے جیسا معلوم ہوتا ہے
خواہ مخواہ علم بھی اُسکے مطابق ہوتا ہے القصہ تعلیم عبادت غیر خدا کیطرف سے ممکن نہیں اسلئے یہ یقین ہے کہ
کتاب بید یا کتاب یزدانی نہیں یا اُسمیں جعلسازیاں واقع ہوئیں ہیں اور اسوجہ سے قابل اعتبار نہیں اس

تعلیم کا یاد رہنا ضرور نہیں لڑکپن سے زبان کا سیکھنا شروع کرتے ہیں مگر جب سیکھ جاتے ہیں تو الفاظ اور
اُنکے معنے یاد رہجاتے ہیں اور یہ یاد نہیں رہتا کہ کب سیکھا تھا اور کس سے سیکھا تھا اور کیا کیفیت تھی جب سیکھا
تھا اور سیکھنے کی کیا ضرورت ہوئی تھی اور کیا تقریب تھی بلکہ سن شعور میں جو لوگ اساتذہ سے علوم سیکھتے
ہیں تو اُنہیں بھی کچھہ یاد نہیں رہتا کہ یہ بات کب حاصل ہوئی تھی اور کس مکان میں حاصل ہوئی تھی
القصہ تعلیم و تعلم میں مقصود علم ہوتا ہے اُسکا محفوظ رہنا اور دل میں باقی رہنا ضرور ہے باقی اور کیفیات
کا یاد رہنا ضرور نہیں چونکہ حاصل عہد الست یہ تھا کہ خدا نے بندوں سے اپنی خدائی اور ربوبیت کا
اقرار کرایا تھا اور اُسمیں اس سے زیادہ اور کیا ہے کہ خدا کی ربوبیت کی اطلاع رہے تاکہ اُسکے حقوق ادا
کرتے رہیں اور غیر کی پرستش نہ کریں اور ظاہر ہے کہ یہ ایک علم ہے اسکا باقی رہنا ضرور ہے اور سوا اسکے
اور واقعات اور کیفیات وقت تعلیم کو بھول جائے تو کچھہ حرج نہیں سو اتنی بات ہر کسیکے جی میں مرکوز ہے کہ
خدا ہمارا خالق اور ہمارا مالک ہے الحاصل جزا و سزا کیلئے اُن افعال کا یاد ہونا ضروری ہے جنکی جزا و سزا ملی اور تعلیم و تعلم میں اُن اوقات
اور تقریبات کا یاد رہنا ضروری نہیں جو تعلیم و تعلم سے متعلق نہیں مگر یہہ ہے تو پھر عہد الست کا ہونا تو مخالف عقل نہیں بلکہ
نہونا مخالف عقل ہے یعنی جبتک تعلیم نہوگی ادائے حقوق کی کوئی صورت نہیں سو اُس تعلیم ہی کا نام عہد الست ہے اور جزا و سزا کا
بطور آواگون ہونا مخالف عقل ہے ہاں نہونا مخالف عقل نہیں بلکہ موافق عقل ہے اول وجہ موافقت کی تو یہ ہے کہ
کارخانہ دنیا بالشہادت عقل سلیم عبادت کے لئے قائم ہوا ہے جیسے باورچی خانہ اور کپڑے کی کل کا کارخانہ فقط کھانے
اور کپڑے کی غرض سے ہوتا ہے ایسے ہی اس کارخانہ کو عبادت کے لئے سمجھئے جیسے وہاں مقصود اصلی کھانا
اور کپڑا ہوتا ہے اور سوا اسکے اور سب اُسکے سامان باورچی کھانا پکانیوالا یعنے فاعل ہوتا ہے اور سوا اسکے
اور جو کچھہ اُس کارخانہ میں ہوتا ہے اُسکے حق میں بمنزلہ آلات پخت و پز سمجھئے ایسے ہی اس کارخانہ میں مقصود اصلی
عبادت ہے اور سوا اسکے اور جو کچھہ ہے سب اُسکا سامان بنی آدم عبادت کرنے والے اور اُسکے فاعل ہیں اور سوا اُنکے
اور جو کچھہ ہے اُنکے حق میں بمنزلہ آلات عبادت ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ زمین پانی ہوا آگ سورج چاند
ستارے جمادات نباتات حیوانات غرض زمین سے لیکر آسمان تک جو کچھہ ہے وہ بنی آدم کے لئے ہے اور
بنی آدم کسی کے لئے نہیں اگر اشیائے مذکورہ نہوں تو جینا محال اور جئے تو ایک وبال اور بنی آدم نہوں تو یہ اشیائے

بھی یوں ہی مقصود نہیں بلکہ اس غرض سے مقرر ہوئی ہے کہ اس طمع اور خوف میں بُرے افعال سے بچیں اور نیکی پائیں سو یہ بات ہے اسکے متصور نہیں کہ جزا و سزا پانے والے کو اپنے اُن افعال اور احوال کی خبر ہو جنکی پاداش میں یہ نوبت پہنچی البتہ مثل اہل اسلام اگر جزا و سزا کو مثل قیمت مبیع و اجرت اجیر عوض کے چیز سمجھتے تو پھر اگر اطلاع نہوتی تو چنداں ضرورت نہ تھی اس صورت میں وہ شے مطلوب ہوتی ہے رنج و راحت جو کچھہ ہوتا ہے اُسکے ہونے نہ ہونے کا ہوتا ہے وہ کسیطرح سے آؤ اور کسی طرح سے چلے جاؤ اسلئے طریقہ حصول پر چنداں نظر نہیں ہوتی اور اسوجہ سے وہ یاد نہ رہے تو چنداں حرج نہیں البتہ اتنی بات ہے کہ اگر وہ طریقہ یاد نہیں ہوتا تو اہل معاملہ سے دار و گیر رہتی ہے مگر اسوجہ سے یاد رکھنا ایک بالائی ضرورت کا اثر سمجھے فقط بغرض جزا و سزا یہ یادگاری نہیں بالجملہ اہل اسلام کے نزدیک دوزخ و جنت پر قصہ ختم ہو جاتا ہے اور اسوجہ سے اُنکے نزدیک وہاں کا آرام و تکلیف یہاں کے افعال کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسا مبیع کے مقابلہ میں قیمت یا قیمت کے مقابلہ میں مبیع یا خدمت اجیر کے مقابلہ میں اجرت یا اجرت کے مقابلہ میں خدمت یعنے جیسے اُن صورتوں میں قصہ ختم ہو جاتا ہے اور آگے کچھہ اور مقصود و مطلوب نہیں یہی چیزیں مقصود بالذات ہوتی ہیں جیسے ہنود کے قول کے موافق جزا و سزا مقصود بالغیر ہے یعنے مکتی کے لئے ایسے ہیں جیسے روٹی کے سامان پخت و پز ایسی طرح اہل اسلام کے نزدیک نہیں کیونکہ اُنکے نزدیک جزا و سزا ایسی طرح محبوب و مبغوض ہوئے ہیں جیسے روٹی کا ہونا نہ ہونا محبوب و مبغوض ہوتا ہے اور اگر روٹی مطلوب بالذات نہیں بلکہ یہ بھی مثل سامان پخت و پز مطلوب بالغیر ہے تو جو مطلوب بالذات ہو اُسکو مثال میں رکھکر جزا و سزا کو اُسکے مقابلہ میں بطور اہل اسلام سمجھہ لیجئے الحاصل اہل اسلام کے طور پر جزا و سزا کے لئے چنداں ضرورت اطلاع نہیں اور ہنود کے طور پر خواہ مخواہ ضرورت اطلاع ہے کیونکہ جب مقصود بالغیر ہوئے تو اُس غیر کا علم لازم ہے سامان پخت و پز اُسیوقت کام کے ہیں جبکہ اسکی بھی اطلاع ہو کہ یہ کس کام کے ہیں مگر جزا و سزا یہ کام جبھی دے سکتے ہیں جبکہ یہ اطلاع ہو کہ فلاں کام کیا تھا تو یہ سزا ملی اور مکتی سے محروم رہا اب بھی یہی کرونگا تو پھر وہی محرومی ہے باقی عہد الست کی یاد نہ رہنے کے باعث اہل اسلام کو الزام نہیں دے سکتے کیونکہ وہ عہد از قسم تعلیم تہا اور تعلیم میں چونکہ علم مقصود ہوتا ہے اُسکا دل میں رہنا چاہئے تمام واقعات تعلیم اور کیفیات وقت تعلیم اور وقت

ایسا قصہ ہو جائیگا جیسے فرض کیجئے ایک چیز کو بروئے بیع بائع کے بھی کہئے اور مشتری کے ملک بھی سمجھئے یا ایک چیز بروئے اجارہ اجیر کے ہی سمجھئے اور مستاجر کی بھی خیال کیجئے سو جیسا یہ تداخل ممکن نہیں ایسا ہی یہ بھی ممکن نہیں کہ عبادت اور جزا و سزا میں تداخل ہو جائے اور ایک چیز کو عبادت کی مد میں بھی داخل کریں اور جزا و سزا کی مد میں بھی بالجملہ تقریر معروض تو اسپر شاہد ہے کہ جیسے اوپلا لکڑی تک کھانے کی مد میں شمار کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اوپلے لکڑی وغیرہ سب چیزوں کے دام لگا کر یوں کہا کرتے ہیں کہ کھانا اتنے میں پڑا ایسے ہی کارخانہ دنیا کی ہر بات اور ہر کیفیت اور ہر کلفت اور ہر راحت عبادت کی مد میں ہے پھر اگر آواگون بھی ہو تو پھر ہر بات اور ہر کیفیت اور ہر کلفت اور ہر راحت جزا و سزا کے حساب میں داخل ہوگی اور اگر آواگون کی صورت میں ساری باتیں داخل جزا و سزا نہونگی تو کچھ تو ضرور ہی ہونگے مگر عبادت کے حساب میں ہر بات کا داخل ہونا ضرور ہے بہر حال کل میں یا بعض میں تداخل ضروری ہے دوسری وجہ آواگون کے نامعقول ہونے کی یہ ہے کہ لڑکپن سے لیکر آخر دم حیات تک بتدریج حرکت کیفی کے ذریعہ سے احوال مختلفہ پیش آتی ہیں اور لڑکپن سے لیکر جوانی اور بڑھاپے تک موافق انقلاب احوال جسمانی روح پر بھی کیفیات مختلفہ عارض ہوتے ہیں سو جیسے اس انقلاب جسمانی میں کہ اول لڑکپن تھا پھر بتدریج بڑھاپا آیا احوال معلومہ بطور حرکت صاعدہ متعاقب یکے بعد دیگرے آتی ہیں ایسے ہی کیفیات روحانی کو بھی جو موافق انقلاب مذکور روح پر عارض ہوتے ہیں اول سے آخر تک متصاعد سمجھئے اور اسوجہ سے اول حالت اور کیفیت پر آنا مثل واپسی ما بعد بحرکت ہابطہ متصور نہیں یعنے ڈھیلا پتھر اگر اوپر پھینکئے تو بعد اختتام حرکت صعودی اس ڈھیلے اور پتھر کا نیچے واپس آنا بے نیچے کے حرکت کے متصور نہیں یہ ممکن نہیں کہ وہ پتھر بعد اختتام حرکت صعودی بحرکت نزولی زمین پر آجائے غرض مسافت اول کا قطع کرنا ضرور ہے اتنا فرق ہوگا کہ جو اول حرکت میں مبدا تھا وہ حرکت ثانی میں منتہی نجائیگا اور جو منتہی تھا وہ مبدأ حرکت ہو جائیگا جس طبقہ کو حرکت اول میں اول قطع کیا تھا اس طبقہ کو حرکت ثانی میں بعد میں قطع کرنا پڑیگا بالجملہ انقلاب جہت حرکت اور انعکاس سمت حرکت ہوگا پر مسافت وہی کی وہی رہیگی یہ نہیں ہو سکتا کہ مسافت مذکورہ بیچ میں نہ آئے اور حرکت کی ضرورت نہو اور پھر منتہی سے مبدأ پر آجائے لیکن آواگون کو دیکھا تو موافق قول کو نہو احرکت مشار الیہ کے اختتام کے بعد بحرکت کئے اور بے مسافت مشار الیہ قطع کئے منتہی سے مبدا پر آنا ہوتا ہے

مذکورہ کا کیا حرج بالجملہ جو کچھ ہے سامان [illegible] ہے یا منجملہ ضروریات جسمانی کوئی غذا ہے کوئی دوا ہے حضرت
بنی آدم اگر خالق ہوتے تو مخلوقات کی کاربراری ہوتی مخلوق ہو کر اگر کسیکے کام کے نہوں تو نکمے ہوے اور اُنسے
بُرا کوئی نہیں اور کام کے ہوں تو مخلوقات کے کام کے تو نہیں یہ پہلے عرض کرچکا ہوں کہ وہ نہوں تو اور
مخلوقات کا کچھہ حرج نہیں اور ظاہر ہے کہ اوروں کا کام بھی دفع حرج ہے ہوں نہوں خدا کے کام کے ہونگے
مگر خدا کے کام کے یہ معنے تو ہو ہی نہیں سکتے کہ خدا کسی بات میں محتاج ہو اور اُنسے وہ حاجت رفع ہو جائے
ورنہ پھر خدائی اور بندگی ہی کیا ہوئی ہونگے تو یہ معنے ہونگے کہ انکے عجز و نیاز کی بدولت خدا کی بے نیازی
اور عظمت اور اُسکی کبریائی اور قدرت کا ظہور ہو سو اسیکو عبادت کہتے ہیں اصل عبادت یہی عجز و نیاز ہے سوا
اسکے اور سب اسکی بجا آوری کا طریقہ ہے اسوقت میں خواہ مخواہ یہ کہنا پڑیگا کہ بندہ بندگی کے لئے
بنایا گیا ہے اور بندگی اور عجز و نیاز ہی اس سے مطلوب ہے اور کیوں نہو مطلوب وہی چیز ہوتی ہے جو طالب کے
پاس نہیں ہوتی سو خدا کے گہر میں سوا اس عجز و نیاز ذلّت و خواری کے جسکا حاصل وہی بندگی ہے اور کیا
نہیں اس صورت میں یہ صورت ہو گئی کہ بنی آدم خدا کے لئے اور سارا عالم بنی آدم کے لئے اور یہ ایسا مقصد
ہے جیسا یوں کہئے گھوڑا اسوار کی سواری کے لئے اور گہاس دانہ گھوڑے کے لئے مگر جیسے اہل عقل کے نزدیک
وہ گہاس دانہ بہی سوار کی سواری ہی کے لئے ہوتا ہے ایسے ہی یہ سارا عالم بہی عبادت ہی کے لئے ہوا
غرض یہ سب سامان رفع حوائج بنی آدم اسلئے ہے کہ بنی آدم اُنکے ذریعہ سے اپنی حاجتوں سے فارغ ہو کر فارغ البال
خدا کی عبادت کریں ورنہ جیسے درصورتیکہ گہاس دانہ نہ ملے گھوڑا سواری نہیں دے سکتا ایسی ہی درصورتیکہ
سامان مذکور نہ ہوتا تو بنی آدم ادائے حقوق بندگی میں قاصر تھے الحاصل مقصود بالذات اس کارخانہ سے
کار عبادت ہے بندہ فاعل عبادت ہے سوا اُسکے اور سب سامان عبادت اور آلات عبادت ہیں غرض کار ایک
ہے اور سامان بہت کچھہ ہے اور صورت حال کچھہ ایسی ہے جیسے کسی بہاری پتھر کو بہت سے آدمی رل ملکر اٹھا ئیں
جیسے یہاں سامان بہت ہے اور کار ایک ایسے ہی یہاں بھی سامان بہت کچھہ ہے پر کار وہی ایک عبادت
ہے مگر جب کار ایک ٹہیرا تو پہر یہ نہیں ہو سکتا کہ اُسکو عبادت میں بھی شمار کیا جائے اور جزا و سزا میں بھی
داخل کیا جائے حسب اعتقاد ہنود آواگون ہو تو پہر ایک کار کو دونوں مدوں میں شمار کرنا پڑیگا اور اسوجہ سے

کیا ہوتا ہے یہی احساس مکروہات طبعی جیسا اس احساس میں استغراق حاصل ہوتا ہے اسکا نام بیہوشی ہے
یعنے اسوقت بوجہ استغراق اور چیزوں کیطرف التفات نہیں رہتا یہاں تک کہ خود احساس کیطرف بھی التفات
نہیں رہتا اور اسوجہ سے احساس کا احساس نہیں ہوتا یعنے علم العلم نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ استغراق میں کمال
ہی احساس اور کمال ہی درجہ کا علم ہوتا ہے غرض بیہوشی کو علم ضرور ہے بیعلمی بوجہ بیعلمی معلوم ہوتی ہے مگر
جب علم اور کیفیت اور خلق کوئی نہ کوئی روح کے حق میں ایسی ضروری ہوئی جیسے جسم کے حق میں سطح اور مکان تو
جیسے حرکت مکانی بالائی کے بعد بعد ارحرکت مذکور پر آجانا بیحرکت نزولی مکانی ممکن نہیں ایسی ہی روح کو
ترقیات روحانی یعنے ترقیات علمی اور ترقیات کیفی یعنے احوالی اور ترقیات اخلاقی کے بعد جو بتدریج یعنے
بوجہ حرکت کیفی بالائی حاصل ہوئی تھی پھر حالت اول پر آنا بیحرکت نزولی ممکن نہیں اور قبل
قطع مسافت متوسطہ کیفیت اولی پر آجانا محال ہے **خلاصہ** اس تقریر کا یہ ہے کہ اول تو آواگون کا کچھ ثبوت
نہیں اگر بالفرض آواگون بطور ہنود ممکن ہو بھی تو بے ثبوت اعتقاد کے قابل نہیں مگر ثبوت کا یہ حال کہ نہ ثبوت
عقلی نہ ثبوت نقلی پھر غور کرکے دیکھا تو قطع نظر ثبوت سے بطور ہنود اسکا ہونا خلاف واقع معلوم ہوتا ہے وجہ اسکی
یہ ہے کہ جزا و سزا کے لئے تناسخ یعنے آواگون ہو تو اہل جزا و سزا کو اُن باتوں کا یاد ہونا بھی ضروری ہے جنکی
سزا و جزا میں آواگون کی نوبت آئی اسلئے یوں یقین ہے کہ اگر بالفرض آواگون ممکن بھی ہو تو بھی بوجہ نسیان کلی
آواگون بطور مذکور غلط ہے پھر غور کرکے دیکھا تو آواگون کو بطور مذکورہ خلاف عقل اور محال پایا اول تو باینوجہ
کہ ایک ہی چیز کو عبادت کی مدمیں اور جزا و سزا کی مدمیں داخل کرنا پڑیگا اور ظاہر ہے کہ اس قسم کا تداخل ایسا ہی
جیسا ایک چیز کو بروئے بیع بائع کی ملک بھی سمجھئے۔ اور مشتری کو بھی اُسکا مالک قرار دے سو جیسا یہ محال
ہے ایسا ہی وہ بھی محال ہے دوسرے بعد ترقیات روحانی واپسی بے قطع مسافت لازم آتی ہے اور ظاہر
ہے کہ یہ قصہ ایسا ہی ہے جیسا فرض کیجئے کہ پتھر اوپر جاکر بیحرکت اور بے قطع مسافت اوپر سے نیچے آجائے
غرض چار وجوہ سے آواگون والوں پر اعتراض ہے اول بوجہ عدم ثبوت دوسرے بوجہ عدم وقوع تیسرے
بوجہ عدم امکان تداخل چوتھے بوجہ عدم امکان واپسی بیحرکت سے دلائل اثبات قیامت بھی وجوہ بطلان آواگون ہیں چونکہ منجملہ اعتراضات
پنڈت صاحب ایک اعتراض قیامت کے اعتقاد سے بھی متعلق ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ اُن دلائل کو اس اعتراض

یعنے ابتدائی ترقیات روحانی کے جو لڑکپن سے آخر تک ہوتی رہتی ہیں اور بعد ان کمالات علمی و عملی کے جو مدتہائے دراز میں بتدریج حاصل ہوئی تھی بمجرد مرگ پھر اس اول کیفیت کا آجانا اور اُن تمام کمالات اور عادات کا تو یکبارگی زائل ہو جانا ویسا ہی ہے جیسا بعد حرکت صعودی بالائی بحرکت ہبوطی نزولی نیچے چلا آنا فقط فرق ہے تو اتنا ہے کہ ڈھیلے پتھر کی حرکت مکانی تھی اور روح کی حرکت کیفی مگر ہر چہ بادا باد وہاں صعود تھا تو یہاں ترقی ہے وہاں نزول تھا تو یہاں تنزل ہے غرض وہی تقابل حرکتیں اور اختلاف جہت یہاں بھی موجود ہے اور وہاں ایک مکان سے دوسرے مکان کیطرف حرکت ہو اور یہاں ایک کیفیت سے دوسری کیفیت کیطرف حرکت ہو باقی کسی صاحب کو اگر یہ شبہ ہو کہ علوم اور عادات اور اخلاق عارضی چیزیں ہیں اور عارضی چیزوں کا زوال ایک آن واحد میں ممکن ہے چراغ کے گل ہوتے ہی اور در و دیوار کا چاندنا دفعتاً زائل ہو جاتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ تمام عوارض یکساں نہیں باوجودیکہ سطح جسم کے حق میں عارض ہے مگر جسم کبھی بے سطح نہیں ہو سکتا مکان یعنے بعد مجرد یا اُسکے وہ سطح موہوم جو جسم کو باہر سے ایسی طرح محیط ہو جیسے ہوا یا پانی محیط ہوتا ہے یا جیسے قالب مقلوب پر لپٹا ہوا ہوتا ہے جسم کے حق میں عارضی ہے مگر جسم کبھی بے مکان مذکور تصور میں نہیں آسکتا سو جیسے باوجود عروض مع مذکورہ ہو رہا ہے جسم کو علیحدگی ممکن نہیں ایسی ہے روح کو کیفیات اور علوم اور اخلاق سے علیحدگی ممکن نہیں جیسے جسم کے لئے کیف ما اتفق کوئی سطح اور کوئی سطح مکان چاہئے ایسی ہی روح کے لئے بھی کوئی علم اور کوئی کیفیت اور کوئی خلق چاہئے کیفیت اور خلق کا حال تو تمام اہل فہم پر ظاہر ہے کیونکہ اخلاق حمیدہ ہوں یا رذیلہ ان میں سے کوئی نہ کوئی روح کو اول سے حاصل ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے اول ہی سے کوئی شخص حلیم کوئی غضبناک کوئی سخی کوئی بخیل علی ہذا القیاس کوئی ذکی کوئی غبی ہوتا ہے باقی علم کے لزوم کی یہ صورت ہے کہ قوت علمیہ تو اول سے ایسی طرح لازم و ملزوم روح رہتی ہیں جیسے نور اور شعاعیں آفتاب کے حق میں اور موجودات اُسکے گرد و پیش میں ہر دم ایسی طرح ہیں جیسے زمین و آسمان وغیرہ اجسام آفتاب کے گرد و پیش پھر باوجود سامان مذکور جنسے کسی نہ کسی کا علم روح کے حق میں ضروری ہے اور یہ جو وقت بیہوشی کسی طرح کا احساس نہیں رہتا تو اسمیں یہ نہیں ہوتا کہ علم نہیں ہوتا بلکہ بوجہ استغراق تکلیف علم العلم نہیں ہوتا اگر علم ہوا کرے تو بیہوشی بھی نہوا کرے وجہ بیہوشی کی وہ شدت تکلیف یا تکان ہوتا ہے جو باعث نیند ہو جاتا ہے سو تکان بھی از قسم تکلیف ہے اور تکلیف میں اور

عام ہرگز مناسب شان خداوندی نہیں مگر شاید پنڈت جی اس فتوے میں متامل نہوں اسلئے کہ بیاس جیونے درو پدی کو راجہ جدھشٹر بھیم سین ارجن نکل سہدیو پانچ بہائیوں کے حوالہ کردیا تھا اور کرشن جی نے اُسمیں کچھہ چون وچرا نہ فرمائی تھی لیکن اسکو کیا کیجئے کہ اول تو تمام مذاہب یہاں تک کہ بروئے دھرم شاستر خود مذہب ہنود اسکے مخالف ادھر تمام علما اور حکما اور عقلا کو یہ امر ناپسند وجہ ناپسندی معلوم نہو تو سُنئے عورت اولاد کے حق میں ایسی ہے جیسے زمین پیداوار کے حق میں مگر پیداوار کو تو بوجہ تشابہ اجزا برابر بانٹ سکتے ہیں اسلئے اُسکی شرکت میں کچھ حرج نہیں پر ایک عورت اگر چند مردوں میں مشترک ہو تو بوجہ استحقاق نکاح اول تو ہردم ہرکسیکو استحقاق قضائے حاجت (اس صورت میں اول تو اسیوجہ سے اندیشہ فساد وعناد ہے شاید ایک ہی وقت سبکو ضرورت ہو اور دوسرے بعد نکاح اگر بوجہ استحقاق مذکور سب اُس سے اپنا مطلب نکالتے رہیں تو درصورت تولد فرزند واحد تو فرزند کو پارہ پارہ نہیں کرسکتے جو اسطرح تقسیم کرکے اپنے ساتھ ہر کوئی لیجائے اور متعدد فرزند ہوں تو بوجہ اختلاف ذکورت وانوثت وتفاوت شکل صورت وتباین خلق وسیرت وفرق قوت ہمت موازنہ ممکن نہیں جو ایک کو ایک لیکر اپنے اپنے دل کو سمجہا لیں پھر بوجہ تساوی محبت جملہ اولاد یہ دوسرے وقت یہی کہ ایک کے وصال سے اتنا سرور نہو گا جتنا اوروں کے فراق سے رنج اٹھانا پڑیگا پھر اسوجہ سے خدا جانے کیا فتنہ برپا ہو غرض ہر طور اس انتظام میں خرابی نظام عالم تھی ہاں اگر ایک مرد ہو اور متعدد عورتیں ہوں تو جیسے ایک کسان متعدد کھیتوں اور زمینوں میں تخم ریزی کرسکتا ہے ایسے ہی ایک مرد بھی متعدد عورتوں سے بچے جنوا سکتا ہے اور پھر اُسکے ساتھ اور کوئی خرابی نہیں عورتوں کے رنج سے چنداں اندیشہ نہیں قتل وقتال کا کچھہ خوف نہیں القصہ ایک عورت کا پانچ پانڈوں کے نکاح میں جانا سامان دامن گزاری نہیں۔ بلکہ اس صورت میں اُلٹا پنڈت جی اور اُنکے دین کے بڑے پیشواؤں پر اعتراض واقع ہوگا +

جواب (۲) انعام میں راحت کے سامان اور اعزاز واکرام کے اسباب تو دیئے جاتے ہیں پر رنج وکلفت کے سامان اور تحقیر وتوہین کے اسباب انعام میں نہیں دیئے جاتے یہ چیزیں سزا کے لئے ہوتی ہیں جب یہ بات دلنشیں ہو چکی تو اب سُنئے بہشت میں جو کچھہ ہوگا بطور انعام وجزا ہوگا اگر وہاں ایک مرد کو متعدد عورتیں ملیں تو اعزاز واکرام بھی ہے اور راحت وآرام بھی ہے اور ایک عورت کو متعدد خاوند ملیں تو راحت وآرام تو کچھہ زیادہ نہ ہوگا خاصکر اُس

کے جواب میں عرض کروں گا آواگون والوں کو انکا مطالعہ بھی لازم ہے واللہ الموفق ۔

اعتراض (۵) مسلمان کہتے ہیں کہ جو کوئی روزہ کسیکا افطار کرائیگا تو جنت میں اُسکے انعام میں ستر حوریں ملیں گی تو چاہیئے کہ جو کوئی عورت کسیکا روزہ افطار کرائے تو اُسکو ستر مرد اُسکے انعام میں ملیں۔

جواب (۱) افطار کرانے کے انعام میں ستر حوروں کا ملنا اہل اسلام کی کسی کتاب میں دیکھا نہ سُنا ہاں یہ مسلم کہ مردوں کو بہشت میں اپنے اپنے رتبہ کے موافق متعدد حوریں ملیں گی اور عورتوں کو سوا ایک خاوند کے دوسرا خاوند بہشت میں نہ ملیگا غرض جیسے دنیا میں اہل سلام کے نزدیک عورتوں کا تعدد ایک مرد کے لئے روا ہے اور مردوں کا تعدد ایک عورت کے لئے روا نہیں اُسکے موافق بہشت میں بھی انعام ملیگا سو اگر یہ قابل اعتراض ہے تو وجہ اعتراض کی بجز اسکے اور کچھہ نہیں ہو سکتی کہ عورتوں اور مردوں کو برابر رکھنا چاہیئے تھا یہ فرق کیوں ہوا مگر وجہ برابری کی سوا اسکے اور کیا ہوگی کہ بروئے عقل ہر حکم میں عورت اور مرد کی برابری ضرور ہے یا یوں کہئے نیک کاموں کے انعام میں جو کچھہ انعام مردوں کو ملے وہی انعام عورتوں کو ملنا چاہیئے کیونکہ انعام تو کام کی قیمت ہے جب مردوں کے لئے ایک نرخ نکل چکا تو وہی قیمت عورتوں کو بھی ملانی چاہیے انھوں نے کیا قصور کیا ہے جو انکے حق میں یہ کمی ہے اگر وجہ اعتراض تساوی احکام ہے تو لازم یوں ہے کہ بقیاس کثرت ازواج سری کرشن وغیرہ پنڈت جی عورتونکو بھی کثرت ازواج کی اجازت دیں جب دونوں حکام میں تساوی الاقدام ہیں تو پھر عورتوں نے کیا قصور کیا ہے جو انکو سوا ایک خصم کے اور دوسرے کی اجازت نہو اور مردوں کو کثرت ازواج جائز ہو اور اگر وجہ اعتراض یہ ہے کہ قیمت خدمت اور انعام کام برابر ہونا چاہیئے کام کرنیوالا اور خدمت بجالانے والا کوئی ہو مرد ہو یا عورت اس فرق سے قیمت میں فرق مناسب نہیں تو اسکا جواب یہ ہے کہ دنیا کی اجازت بغرض رفع ضرورت ہے اگر قیمت اور انعام میں فرق کرنا مخالف عدل و انصاف ہے تو ایک کی ضرورت کے رفع کرنے میں اتنی عنایت اور ایک کی ضرورت کے رفع کرنے میں اتنی کفایت بھی مخالف کرم و اخلاق ہے عدل و انصاف اگر منجملہ صفات خدا ہے تو کرم و اخلاق اور رحمت و الطاف اُس سے بھی پہلے اُسکی صفتیں ہیں پھر کیا اخلاق الطاف ہیں کہ ایک پر تو دوسرے کے سامنے یہ عنایت ہو اور دوسروں سے یہ کم توجہی اور بے نیازی اگر ایک کو دوسرے کے حال کی اطلاع نہو تو وجہ بیخبری چنداں اندیشہ دل شکنی نہیں جو لطف و کرم اور رحمت پر کچھہ بڑا اعتراض ہو پر در صورت اطلاع عام فریق

نہیں ہوتا اس صورت میں اگر کسی عورت کے متعدد خاوند ہوں تو اول تو یہ ایسی صورت ہوگی جیسے فرض کرو تمام آدمی
ایک شخص تو رعیت ہو اور بادشاہ اور حاکم کثیر سب جانتے ہیں کہ یوں نہیں ہوا کرتا اگر ایک ملکہ وکٹوریہ کے کروڑوں
آدمی رعیت ہیں پر ایک ایک رعیت کے آدمی کے لئے کروڑوں ملکہ نہیں ہیں غرض برابر کے درجہ کے متعدد حاکم
نہیں ہو سکتے دوسرے خاوند متعدد ہوں گے تو یوں کہو حاکم متعدد ہوں گے اور حاکم متعدد ہوئے تو جتنے حاکم
زیادہ ہوں گے اُتنے ہی محکوم میں ذلّت زیادہ ہوگی سو یہ تحقیر اور تذلیل اور توہین عورت کے حق میں اگر جائز ہوتی
تو دنیا میں تو شاید کسی مذہب میں اُسکی اجازت ہوتی بہشت میں جو جائے عزت و آرام ہے یہ صورت تحقیر کب ممکن تھی
ممکن الوقوع نہیں ہاں اگر ایک خاوند سے رفع ضرورت متصور نہوتی یا لذت میں کمی رہتی تو اسوقت شاید بلحاظ ضرورت
یہ امر اُنکے لئے تجویز کیا جاتا مگر روایات صحیحہ اہل اسلام اسپر شاہد ہیں کہ ایک ایک مرد کو بہشت میں اتنی قوت ہوگی
کہ علی الاتصال تیس تیس عورتوں کے پاس جا سکے بالجملہ ایک خاوند تو بغرض رفع ضرورت ضروری ہے
اُس سے زیادہ میں ضرورت تو کچھ نہیں البتہ تحقیر و تذلیل زنان جنتی ہوگی اور ظاہر ہے کہ جنت جائے اعزاز و اکرام
ہے موقع تحقیر و تذلیل نہیں اس تقریر سے صاف روشن ہوگیا کہ اہل اسلام کے قواعد پر تو یہ اعتراض واقع نہیں
ہو سکتا ہاں اور مذہبوں کے قواعد کے موافق اگر یہ اعتراض واقع ہو تو کچھ دور نہیں بالخصوص ہنود کے قواعد دینی
کے موافق وجہ اسکی یہ ہے کہ نہ انکے ہاں مہر جو دلیل خریداری ہو نہ انکے یہاں طلاق جو بدلیل امکان زوال ملک
خاوند کی ملک ثابت ہو اور جب ملک نہوئی تو معاہدہ نکاح میں زن و شوہر دونوں متساوی الحقوق ہوئے اور مراتب
میں ہمسنگ یکدیگر ہوگے اور مثل بائع و مشتری و اجیر و مستاجر ایک دوسرے کا مالک نہوا اسلئے اگر مردوں کو
کثرت ازواج جائز ہے (چنانچہ دلیل عقلی جو معروض ہوچکی اُسپر شاہد ہے اور سری کرشن وغیرہ کی رانیوں کی
کثرت ہنود کے مقابلہ میں عمدہ دلیل نقلی ہے) تو عورتوں کو بھی اُنکے قواعد کے موافق کثرت ازواج جائز ہوگی
پھر اُسپر دروپدی کا پانچ بھائیوں سے ایک ساتھ دنیا میں بانی مذہب ہنود مؤلف بید بیاس جی کے فتوے
سے سری کرشن کے روبرو نکاح کا ہونا اسکی تصدیق پر اور ادھر بہشت میں اور کسی کا ہر کسی سے ہم آغوش
ہونا چنانچہ من پرب پرب سوم مہابھارت میں موجود ہے اسکی تائید پر غرض دنیا میں بھی عورتوں کے لئے کثرت
ازواج کے جواز کے واسطے عمدہ دلیل اور بہشت میں بھی عورتوں کے لئے مردوں کی کثرت کے واسطے عمدہ نظیر

صورت میں جبکہ مرد کی قوت سب عورتوں کی خواہش کی برابر یا کم زیادہ بڑھائی جاوے جیسے اہل اسلام کی روایات
اسپر شاہد ہیں کیونکہ اس صورت میں آرام و راحت ہرگز زیادہ نہوگا پر بجائے اعزاز و اکرام انکی تحقیر و تذلیل توہین
ہوگی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عورت موافق قواعد اہل اسلام محکوم اور مرد حاکم ہوتا ہے اور کیوں نہو وہ مالک
ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اُسکو مالک کہا کرتے ہیں اور کیونکر نہ کہیں باندیاں تو مملوک ہوتی ہی ہیں بیبیاں بھی
بدلیل مہر انکی خریدی ہوئی ہوتی ہیں وہاں اگر اعتاق ہے تو یہاں طلاق یعنی جیسے باندی غلام باختیار خود
قید غلامی سے نہیں نکل سکتے ہاں مالک کو اختیار ہے وہ چاہے تو آزاد کردے ایسی ہی عورت باختیار خود قید خاوند
سے رہا نہیں ہوسکتی البتہ خاوند کو اختیار ہے چاہے تو طلاق دیدے جیسے باندی غلام کا نان و نفقہ مالک کے ذمہ
ہوتا ہے ایسی ہی عورت کا نان و نفقہ خاوند کے ذمہ ہے جیسے مالک ایک اور غلام باندی کئی کئی ہوتے ہیں ایسے ہی
خاوند ایک اور عورتیں کئی کئی ہوتی ہیں بالجملہ عورتیں موافق قواعد اہل اسلام مملوک اور محکوم اور خاوند مالک اور
حاکم ہوتا ہے اور خاوند کیطرف سے بیع و ہبہ کا نہوسکنا دلیل عدم الملک نہیں اگر یہ بات دلیل عدم الملک ہوا کرے
تو خدا کا مالک ہونا بھی ثابت نہیں ہوسکتا بلکہ بیع و ہبہ سے ملک کا منتقل نہونا بعد ثبوت ملک جسکا بیان
ہوچکا ایسی طرح قوت ملک پر دلالت کرتا ہے جیسے خدا کی ملک کا منتقل نہونا اُسکی ملک کی قوت پر دلالت کرتا ہے
اور اسوجہ سے شوہر کو دربارہ مالکیت خدا سے مشابہت تام ہے ہرچند خدا کی ملک کے سامنے شوہر کی ملک برائے
نام ہے اور پھر اُسکے ساتھ خدا کی ملک ممتنع الانفکاک اور شوہر کی ملک بوجہ ثبوت طلاق ممکن الزوال مگر پھر بھی
جسقدر خدا کی ملک سے شوہر کی ملک مشابہ ہے اُسقدر کسیکی ملک مشابہ نہیں الحاصل شوہر کے ملک میں کچھ کلام نہیں بلکہ
اُسکی ملک اوروں کی ملک سے قوی ہے وہ حاکم ہے اور عورت محکوم اور ظاہر ہے کہ محکوموں کا تعدد اور انکی کثرت
موجب عزت ہے وہ بادشاہ زیادہ معزز سمجھا جاتا ہے جسکی رعیت زیادہ ہو اور حکام کی کثرت موجب ذلت ہے اور طریقہ
تو حکام کی کثرت کا نہیں ہاں یہ صورت ہوتی ہے کہ نیچے سے اوپر تک جتنے حکام ہوں اُن سب کا یا اکثر کا یا
بعض کا محکوم ہو عوام رعیت کو دیکھئے وہ سب کے محکوم ہوتے ہیں اور کسیکے حاکم نہیں ہوتے اُنسے بڑھ کر کوئی ذلیل نہیں اور حکام ماتحت
حکام بالا دست کے تو محکوم ہوتے ہیں اور رعیت کے حاکم وہ رعیت سے معزز اور حکام بالا دست سے ذلیل ہوتے ہیں
اسیطرح اوپر تک چلے چلو بادشاہ سب کا حاکم ہوتا ہے اور کسیکا محکوم نہیں ہوتا اُس سے بڑھکر کوئی معزز ہی

قیمت و نرخ اور کسیطرح متصور نہیں سو حق اللہ اور توبہ میں اگر اختلاف جنس ہے تو حق اللہ اور ذکر تارک بھی متحد الجنس نہیں اگر
حق اللہ اور ذکر تارک کا موازنہ باعتبار نرخ ہی تو حق اللہ اور توبہ کے نرخ کا برابر نہونا پنڈت جی کو کاہے سے معلوم ہوگیا اور
اگر خدا نے برضائے خود بے لحاظ نرخ ثواب ذکر تارک کو اپنے حق کی عوض میں قبول کرلیا تو یہاں کون روکنے والا ہے*

جواب (۲) دوسروں کے حق کا نہ دینا یا حاکم ہوکر اہل حق کا حق نہ دلوانا تو بیشک ظلم ہے پر اپنے حق کا
چھوڑ دینا سوائے پنڈت جی کے اور کسیکے نزدیک ظلم نہیں ہو سکتا اس اعتراض کے پیرایہ میں وہی یہ کہتے ہیں کہ
اپنے حق کا چھوڑ دینا بھی ظلم ہے مطلب یہ ہے کہ خدا کا اگر کوئی گناہ کرے تو اسنے خدا کی حق تلفی کی اور اسوجہ سے
موافق قانون عدل وہ مستحق سزا ہے یہاں تک تو ہم اور پنڈت جی دونوں متفق ہیں آگے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا
کا پہلے یہ حق تھا کہ وہ گناہ نہ کرتا اور گناہ کے بعد اب خدا کا یہ حق ہے کہ اسپر سزا جاری کرے اور وہ بدل و
جان اسکو قبول کرے اگر فرض کرو اسکو اسکی قدرت ہو کہ خدا کے قابو سے نکلجائے اور اسطرح سزا اپنے اوپر
جاری نہ ہونے دے یا سزا کے جاری ہونے کے شکایت کرے اور اسکو ظلم قرار دے تو جیسے پہلے حق تلفی سے
وہ ظالم تھا اب دوسری حق تلفی سے بھی وہ ظالم ہوا اگر یہ حق تلفی ایسی ہے جیسے فرض کرو کوئی رعیت
کا آدمی حق سرکاری مار بیٹھے اور کہا اوڑا برابر کرے اس حق تلفی کے ظلم ہونے میں تو کچھ کلام نہیں پر بروے
عرف جیسے سرکار کو مظلوم نہیں کہتے ایسے ہی باعتبار معنی عرفی خدا کو مظلوم نہیں کہہ سکتے گو باعتبار معنی لغوی
اسکا مظلوم کہنا روا ہو بالجملہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا کا حق اسکے ذمہ ہے اور عدل کا مخاطب اور محکوم ہی ہوتا ہے
جسپر حق ہوتا ہے صاحب حق نہیں ہوتا یعنے اسکے ذمہ یہ ضرور نہیں کہ خواہ مخواہ اپنا حق لے اور جسپر حق ہو وہ نہ دے
تو اسکو سزا دے اسلئے خدا کو یہ اختیار ہے کہ چاہے اپنے حقوق کو یوں ہی چھوڑ دے چاہے توبہ اور منت و سماجت
اور پشیمانی کے بعد معاف کردے چاہے اوروں کی سفارش قبول فرما کر مجرم کو رہا کردے ہاں اوروں کے
حقوق کو خداوند عادل بلحاظ ظاہر یوں ہی نہیں چھوڑتا اہل حق اگر چھوڑ دیں تو وہ چھوڑ دیتا ہے گو باعتبار حقیقت
حقوق العباد میں اسکو اختیار ہے کیونکہ جب تمام مخلوقات کا خود مالک ہے تو حقوق العباد کا پہلے مالک ہوگا
اور پنڈت جی یہ فرماتے ہیں کہ خدا کو اپنے حقوق میں بھی اختیار درگذر نہیں مقتضائے عدل یہ ہی ہے کہ

اس صورت میں معلوم نہیں پنڈت جی نے کس منہ سے یہ اعتراض اہل اسلام پر کیا تھا مگر ہاں شاید پنڈت جی یا تو ان کتابوں کو معتبر نہ سمجھے ہوں جسمیں دروپدی کے نکاح کا قصہ پانچ بھائیوں کے ساتھ مرقوم ہے اور اور بسی کے ہم آغوش کا ذکر کسی سے مسطور ہے یا یہ مطلب ہو کہ ہمارے دین کے اس قاعدہ کے موافق اہل اسلام کے ہیں کیوں نہیں اگر وجہ اول موجب جرأت اعتراض ہے تو اسکا جواب تو یہ ہے کہ جس کتاب کو تمام علمائے ہنود معتبر سمجھتے ہوں وہ فقط آپ کے کہنے سے غیر معتبر نہیں ہو سکتی کتاب دینی کا معتبر غیر معتبر ہونا یا روایات کے قوت ضعف و صحت و عدم صحت پر موقوف ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ایک امر نقلی ہے عقل کو اسمیں دخل نہیں اسمیں ہر کسی کو محققان سلف کا اتباع ضرور ہے اور یا مضامین کتاب اور مسلمات دین کے توافق اور عدم توافق پر موقوف ہوتا ہے سو اہل دین ہنود میں سری کرشن اور بیاس جی سے زیادہ اور کون ہو گا بیاس جی نے فتوی دیا اور سری کرشن نے اسکو روا رکھا اور منع نہ کیا اور اگر وجہ اعتراض امر دوم ہے تو اسکا جواب معروض ہو چکا جس سے یہ آشکارا ہو گیا کہ قاعدہ اہل اسلام صحیح ہے اور قاعدہ ہنود غلط +

اعتراض (۶) مسلمان کہتے ہیں کہ گناہ توبہ سے معاف ہو جاتے ہیں یہ غلط ہے بلکہ ہر فعل کی جزا یا سزا بطور تناسخ ضرور ملتی ہے سزا معاف نہیں ہو سکتی کیونکہ عدل کے خلاف ہے +

جواب (۱) اور کتابوں کو شاید پنڈت جی نہ مانیں پر چاروں بیدوں کی نسبت تو وہ اقرار تحریری ہمارے خط کے جواب میں کر چکے ہیں کہ انکا ایک فقرہ بھی غلط نہیں سو اتھربن بید میں ہے تارک کے ذکر سے جنم کے گناہ برطرف ہوتے ہیں الخ اگر موافق عدل سزا ملنا ضرور تھا تو بے سزا اس برطرفی کی کیا وجہ ہے اگر یہ یاد الٰہی کی برکت ہے تو قطع نظر اس سے کہ موافق ارشاد پنڈت صاحب یہ معافی مخالف عدل ہے تو توبہ میں بھی خدا ہی کی یادگاری ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ پشیمانی کے پیرایہ میں خدا کی یادگاری پر معافی حقیقت قرین قیاس ہے اسقدر اور یادگاری پر معافی قرین قیاس نہیں علاوہ بریں خود توبہ ہی سے معافی کی سند لیجیے مہابھارت بھی معتبر کتاب ہے اسمیں ہے اگر کسی مرتکب گناہ شدہ باز پشیمان گردد و تدارک آں نماید از گناہ خلاصی یابد آپ فرمائیے پشیمانی توبہ نہیں تو اور کیا ہے توبہ میں بھی پشیمانی ہوتی ہے علاوہ بریں

بلکے اس تخصیص کے کیا معنے کہ جن حیوانات کے تلے کے دانت ہیں اور اوپر کے نہیں وہ خوراک ہیں اور اگر کسیوجہ سے یہ حلت نہیں تو مُردار کے حلال نہ ہونے کی کیا وجہ +

جواب (۲) پہلے ہم عرض کر چکے ہیں کہ ہر تاثیر کے لئے ایک موثر چاہئے اور ایک قابل آفتاب کی تاثیر سے جو آئینہ منور ہوجاتا ہے اور آتشیں شیشہ میں آتشیں شعاعیں آجاتی ہیں تو اُن دونوں صورتوں میں آفتاب موثر ہے اور آئینہ اور آتشیں شیشہ متاثر اور قابل اگر ادہر آفتاب نہو تب یہ نورانیت جو آئینہ میں آجاتی ہے اور یہہ سوزش جو آتشیں شیشہ میں پیدا ہوجاتی ہے ظہور نکرے اور اگر ادہر آئینہ اور آتشیں شیشہ نہو تب یہ نورانیت سوزش ظاہر نہو اسی طرح تکبیر وغیرہ ذکر اللہ موثر ہیں اور حیوانات معینہ قابل اور متاثر اگر موثر کیجانب بالکل خالی ہو یا بجائے ذکر اللہ کچہہ اور موجب حلت متصور نہیں اور اگر قابل کیجانب بالکل خالی ہو یا سوائے حیوانات معینہ اور کوئی حیوان ہو تب حلت متصور نہیں +

اعتراض (۸) مسلمان دنیا میں تو شراب کو حرام کہتے ہیں اور اُنکی جنت میں شراب کی نہریں ہیں تماشا ہے کہ جو چیز یہاں حرام ہے وہاں حلال ہوگئی اگر وہ نہریں ہیں تو کتنا طول و عرض رکھتی ہیں اور اُنکا منبع کہاں ہے اگر بہتی ہیں تو کدہر سے کدہر کو اور نہیں تو سڑتی کیوں نہیں +

جواب (۱) اعتراض کی بات تو اس اعتراض میں اتنی ہی ہے کہ حرام چیز حلال کیونکر ہوگئی باقی رہا طول و عرض اور منبع کا قصہ اور سڑنے کا جھگڑا نہ اہل فہم کے سننے کا اور نہ اہل علم کے کہنے کا ایسی باتوں کے سننے سے اہل فہم کو خفقان ہوجائے تو دور نہیں چہ جائیکہ زباں پر لائیں مگر جہاں پنڈت جی ہیں اور کمال ہیں ایک یہ بھی کمال ہے کہ ایسی باتیں بے تکلف زبان پر لاتے ہیں اور کچھ نہیں گھبراتے مگر ہمکو تو سبھی کا جواب دینا ہے بمجبوری قلم اُٹھاتے ہیں اور یہ عرض کئے جاتے ہیں کہ کولنک اپنکھند رکہ بید میں جو شراب کے حوض اور نہروں کا ذکر ہے اُس حوض کی نسبت تو ہمارا یہ سوال ہے کہ وہ سڑتا کیوں نہیں اور یہہ عرض اور اُن نہروں کی نسبت یہ التماس ہے کہ اُنکا عرض و طول کتنا ہے اور اُنکا منبع کہاں ہے اگر بہتی ہیں تو کدہر کو کدہر سے اور نہیں تو سڑتی کیوں نہیں علاوہ بریں ہمنے اگر عرض و طول و منبع اور اُنکے بہاؤ کے سمت کا کچھ ذکر کیا تو بید جی کو اعتبار کیونکر آئیگا اُسوقت ہمکو بمجبوری یہ کہنا پڑیگا کہ اعتبار نہ آئے تو جائیے دیکھہ آئیے اور پنڈت جی اُسکے

تقاضائے وصول نہیں ہو سکتا اگر یہ تقاضا ہو تو یہ عدل نہیں ظلم ہے بلکہ عقل ہو تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ بحکم عدل مطیع کی جزا بھی ضرور نہیں کیونکہ تمام عالم اُسکا مملوک اور غلام ہے اور غلام کی خدمت پر اجرت نہیں ہوتی ہاں بروئے کرم و لطف خداوندی انعام کو جتنا ضروری کہو بجا ہے مگر جیسے عدل میں حق پر نظر ہوتی ہے لطف و کرم میں قابلیت پر نظر ہوتی ہے سو اس قابلیت ہی کے اعتبار سے ادھر سے داد و دہش میں اس پیمانہ سے کمی نہیں ہوتی اور قابلیت ہی جو استحقاق مخلوقات ہے اور یہ اس قسم کی بات ہے جیسا کہا کرتے ہیں صدقہ کے مستحق فقیر ہیں ظاہر ہے کہ انکا استحقاق مثل استحقاق بیع و شرا نہیں نہ دو تو انکو نالش کی گنجائش نہیں مگر با اینہمہ لفظ استحقاق زبان زد خاص و عام ہے سو اس حق و استحقاق کے اعتبار سے یہ کہا جاتا ہے کہ خدا ظالم نہیں عادل ہے جتنا کسیکو مستحق دیکھتا ہے اتنا ہی اُسکو دیتا ہے اُس سے کم نہیں دیتا بالجملہ خدا کے عادل ہونے کے یہ معنی نہیں جو پنڈت جی سمجھے اگر عدل اسیکو کہتے ہیں کہ صاحب حق خواہ مخواہ اپنا حق لیا ہی کرے تو یوں کہو کرم پنڈت جی کے نزدیک بڑا ہی ظلم ہے کون نہیں جانتا کہ درگذر اور چشم پوشی اور اپنے حقوق سے دست برداری عمدہ اقسام کرم و الطاف میں سے ہے۔

اعتراض (۷) مسلمان جو گوشت کہاتے ہیں تو وہ حلال کر کے کہاتے ہیں سو اگر یہ جانور دعا کے پڑھنے سے حلال ہو جاتے ہیں تو سب جانور حلال ہو سکتے ہیں اور اگر دعا کے پڑہنے سے حلال نہیں ہوتے تو خود مرا ہوا کیوں حلال نہیں سمجھا جاتا۔

جواب (۱) کوئی پنڈت جی سے پوچھے غیر کی چیز جو اُسکی اجازت سے حلال ہو سکتی ہے تو اگر بوجہ اجازت یہ حلت ہے تو لازم یوں ہے کہ اسکی گائے اور سور اور اُسکے گھر کا پاخانہ پیشاب سب حلال ہو جائے بلکہ اُسکی جورو بھی اگرچہ اُسکی ماں بہن بیٹی ہی کیوں نہو جسکو اجازت دیتا ہے اور اگر اُسکی اجازت سے حلال نہیں ہوتی بلکہ یوں ہی حلال ہیں تو پھر چوری قزاقی غصب میں کیا خرابی رہی علاوہ بریں مہابھارت کی فصل سوم میں جو مرقوم ہے کہ جن جانوروں کے قتل کے وقت بید پڑھا جائے اُسکا گوشت پاک ہے جو کوئی اُسے کہائے وہ انہیں لوگوں میں داخل ہے جنھوں نے حیوانات کو ترک کر دیا اور جن حیوانات کے قتل کے وقت بید نہ پڑھا جائے وہ روا نہیں انتہی اسمیں پنڈت جی کیا فرماتے ہیں اگر بید کیوجہ سے یہ حلت ہے تو سبھی جانور حلال ہو سکتے ہیں پہر اسرب انکیمند کہ

بہشت میں خدا کی قدرت میں کونسا نقصان آجاتا ہے جو وہاں کی شراب میں بوجہ سکون سڑ جانے کا احتمال ہوا اور اگر یہ وجہ ہے کہ پانی کسی رُکی ہوئی جگہ میں ٹھیرا ہوا نہیں تو یہ پنڈت جی فرمائیں اہل اسلام کب یوں کہتے ہیں کہ بہشت کی شراب کسی عمیق کنوئیں میں رُکی ہوئی ہے ہزاروں جھیلیں اور تالاب بوجہ کثرت آب باوجود سکون و قرار دنیا میں نہیں سڑتے بہشت میں بھی اگر ایسی ہی صورت ہو اور اسوجہ سے وہاں کی شراب نہ سڑے تو کیا محال ہے علاوہ بریں نہ وہاں آفتاب کی حرارت نہ زمین کی کدورت نہ وہاں نباتات اور سوا انکے اور غذاؤں میں وہ مادہ متعفنہ نہیں جسکی وجہ سے یہ خرابی تعفن پیدا ہوتی ہے تفصیل اس اجمال کی ایسی طرح جسکو پنڈت جی بھی مان جائیں ورنہ اہل فہم تو بالضرور ہی تسلیم کریں یہ ہے کہ اول تو غذاؤں کا یہ فرق کہ کسی میں فضلہ زیادہ ہے کسی میں کم سب کے نزدیک مسلم اس صورت میں اگر کوئی ایسی غذا ہو جسمیں فضلہ ہو ہی نہیں تو کیا محال ہے دوسرے یہ کہ سب میں اول قوت نامیہ کی چھان پھوڑ سے زمین سے اجزائے نباتی نکلتے ہیں اور سوا اُنکے اور اجزائے کثیفہ اپنی جگہ رہجاتے ہیں اُسکے بعد اجزائے نباتی میں سے چھان پھوڑ کر وہ قوت مذکورہ اجزائے میوہ اور اجزائے غلہ کو جدا کر دیتی ہے اُسکے بعد بنی آدم گھانس بُھس کو علیحدہ علیحدہ کر کے پیسکے لوہے کی چھلنی میں چھانتے ہیں مگر باوجود اسقدر تنقیح اور چھان پھوڑ کے اجزائے فضلہ جدے نہیں ہو سکتے لیکن معدہ کی چھلنی اُسکو بھی علیحدہ کر دیتی ہے پھر جگر کی چھلنی پیشاب کو علیحدہ کر دیتی ہے اور اسی موقع میں صفرا سودا بلغم جدے جدے ہو جاتے ہیں پھر خون میں سے جسقدر قلب کی طرف جاتا ہے اُسکی حرارت کے باعث اُس میں سے ایک بھاپ اُٹھتی ہے اور تمام بدن میں اوپر سے نیچے تک پھیل جاتی ہے یہ بھاپ ہی روح ہوائی ہے اگر یہ بھاپ ایسی طرح جمجائے جیسے پانی کبھی جمجاتا ہے اور پھر اُسکو کھائیں تو بیشک اُس غذا سے فضلہ پیدا نہو اور چونکہ وہ غذا اصل میں ہوا ہوگی اس صورت میں اگر آئے تو ڈکار مثلاً آجائے اور اس راہ سے کھایا ہوا نکلجائے اور پیٹ خالی ہو جائے اس قسم کی چیز اگر پانی میں گرے تو وہ کیا سڑے اور پھر فرض کرو اگر زمین بھی اسی قسم کے مادہ سے بنی ہوئی ہو تو تمام حیوانات اور نباتات اور جمادات جو اُسپر ہوں سب کے سب فضلہ سے پاک ہوں اور اسوجہ سے کسی طرح سڑنے کی کوئی صورت نہو اہل فہم و انصاف کو تو یہ بات کافی ہے باقی نادانوں اور جاہلوں کو آنکھوں سے دکھا دیں اور تجربہ کرا دیں تب بھی شاید اعتبار نہ آئے اور آئے تو زبان تو اختیار میں ہے اقرار

جواب میں یہ فرمائیں گے کہ ہم جا نہیں سکتے اسلئے اسکا نتیجہ بجز خان غان کے اور کچھ نہو گا اس سے بہتر یہ ہے
کہ پنڈت جی اس باب میں لب نہ ہلائیں نہیں تو حوض مذکور اور اُن نہروں کی پیمائش کا فکر فرمائیں وہانتک
جانا دشوار ہو تو اُس کہائی ہی کا عرض و طول و عمق جسکا نام روار ہے اور اُس ندی کا عرض و طول اور اُسکی
بہنے کی سمت کو جسکا نام برجا ہے بتلائیں یہ دونوں تو رگ بید کے بیان کی موافق بہشت سے ورے ہی ہیں اگر
جانا دشوار ہو گا تو بہشت ہی میں دشوار ہو گا ندی مذکور اور کہائی مسطور تک جانا تو دشوار نہیں اور اسے بھی جانے
دیجئے پنڈت جی دنیا ہی کی ندیوں اور نالوں اور جھیلوں اور تالابوں کے عرض و طول و عمق اور سمت بیان فرمائیں
یہ بھی دشوار ہو تو ہندوستان ہی کے ندیوں اور نالوں اور تالابوں کے عرض و طول منبع وغیرہ کی شرح بیان
فرمائیں خیر یہ بات واہیات تو ہو چکی اب اصل اعتراض کا جواب عرض کرتا ہوں مہابھارت کے پرب اول میں ہے
کہ شراب پہلے زمانہ میں گو برہمنوں کو حلال تھی مگر جس دن سے کنج مارا گیا اُسکے اُستاد سکر دیوتا نے اُسکو
برہمنوں پر حرام کر دیا اب بعد حرمت شراب اگر برہمنوں کو بہشت میں جانے ہی نہیں دیتے تب تو خیر اعتراض
مذکور کا یہ جواب نہو گا کہ تمہارے یہاں بھی یہی صورت ہے جو تم جواب دو گے وہی ہماری طرف سے سہی مگر اس
صورت میں پنڈت جی اور سوا اُنکے اور برہمن تبدیل مذہب کا فکر فرمائیں اور اگر ہنوز برہمنوں کو بہشت میں
جانے سے ممانعت نہیں تو پنڈت جی یہ فرمائیں کہ جو چیز دنیا میں حرام تھی وہ بہشت میں جا کر کیونکر حلال ہو گئی
جواب (۲) منبع اور عرض و طول اور عمق اور بہنے کی سمت کچھ شرط اعتقاد انہار ہوا کرے تو یوں تو کون معتقد
ہو بعد مشاہدہ بھی گنجائش انکار باقی رہا کرے گنگا کا منبع اور طول کس کس کو معلوم ہے ہزاروں آنکھوں سے
گنگا کو دیکھہ آئے اشنان کرکے سب پاپ اُسمیں چھوڑ آئے مگر باوجود اُس مشاہدہ اور اُس تمتع اور انتفاع کے
کے بھی ہنود کو یہ خبر نہیں کہ منبع کہاں ہے اور طول کتنا ہے اور عرض کے گز ہے اور عمق کہاں کہاں کتنا کتنا
ہے اور خیر منبع کی نسبت تو یوں کہہ بھی سکتے ہیں کہ فلانے پہاڑ سے نکلی ہے مگر اور باتوں میں کیا کرینگے ادہر جس
پہاڑ سے نکلی ہے اُسمیں بھی معلوم نہیں جس غار سے نکلی ہے وہ غار کتنا لمبا ہے اور کہاں اُسکا اختتام اسکے بعد یہ
گذارش ہے کہ بہنے کیصورت میں تو پنڈت جی کے نزدیک بھی شراب سڑ نہیں سکتی اسلئے اب اُسکے جواب کی کچھہ
حاجت نہیں مگر باایں ہمہ ہم یہ عرض کرتے ہیں کہ بہتی ہوئی چیزیں اگر بوجہ قدرت اور حفاظت خداوندی نہیں سڑتیں تو

جواب (۱) ہندو مردوں کو جلا کر اُسکی بدبو سے ہوا کو سڑا دیتے ہیں اور اِس ہوا سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اسلئے دفن کرنا بہتر ہے۔

جواب (۲) دنیا میں آنا اور یہاں سے جانا یعنے جینا اور مرنا دونوں باختیار خود نہیں بلکہ موافق شعر ذوق ؎ لائی حیات آئی قضا لیچلی چلے + اپنی خوشی نہ آئے نہ اپنی خوشی چلے + یہاں آنا بھی دشوار اور یہاں سے جانا بھی ناگوار مرگ بُرائی اور خوشی سے سبھی واقف ہیں پر شاید یہاں آنیکی دشواری میں کسیکو کچھ کلام ہو اسلئے یہ التماس ہے کہ اتنی بات تو سب کو معلوم ہے کہ روح ایک جوہر لطیف اور تن خاکی ایک تودۂ خاک کثیف وہ عالم علوی کا نور پاک اور یہ خاکدان سفلی کی ایک مشت خاک ؎ چراغ مردہ کجا نور آفتاب کجا + ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا + اس مخالفت کلی اور منافرت طبعی پر روح پاکیزہ کا یہاں آنا بشہادت عقل اتنا دشوار ہے کہ اتنا یہاں سے جانا دشوار و ناگوار نہوگا مگر یہ ہے تو پھر موت تو ناگوار اور خارج از اختیار تھی ہی حیات یعنے روح کا بدن میں آنا اُس سے زیادہ دشوار اور خارج از اختیار ہوگا بیشک کسی جابر کا جبر ہی ہوگا جو روح سی پاکیزہ چیز یہاں آئی مگر جس صورت میں موت اپنی خوشی اور اختیار سے نہیں وہ حیات جسپر یہ موت موقوف ہے اپنے اختیار اور خوشی سے نہیں تو تن بیچارہ کی ناپاکی میں اسکا کیا قصور رہا جو اسکا بند و بست اور جبر نقصان اُسکے ذمہ ہو خدا کی رضا اور حکم اور اختیار سے اپنے خلاف مرضی بے اختیار اُنہ آنا پڑا یہاں اگر بوجہ حسن خدمت و طول صحبت جب روح گرفتار دام بلائے محبت تن فرمانبردار ہو چکی تو پھر جبراً و کرہاً بموجب فرمان واجب الاذعان کار فرمائے قضا و قدر یہاں سے جانا پڑا جب تک روح پاکیزہ رونق افروز خاکدان سفلی رہی تن منی زاد خون نژاد خمیر مایۂ بول و براز کو اپنی پاکی سے ایسی طرح پاک بنائے رہی جیسے آفتاب اپنے نور سے زمین سی ظلمانی چیز کو منور بنائے رکھتا ہے جب بمجبوری وہ وہاں سے رخصت ہوئی اور اسوجہ سے جسم خاکی پھر اپنی ناپاکیوں پر آجائے تو اُسکا کیا قصور جو زمین خداوندی کی ناپاکی کا تاوان اُسکے ذمہ یا اُسکے وارثوں کے ذمہ پڑے اور اسوجہ سے خواہ مخواہ اُسکے جلانے یا اُسکی خاک اڑانے کا فکر کریں ہاں کہانا بھی انسان کے حق میں مایۂ زندگانی اور ذریعہ کامرانی ہے اور بول و براز کو جانا بھی جو اُس کہانے کا نتیجہ ہے علاج کدورت پنہانی و فکر از

ہرگز نہو اب یہی حرمت دنیاوی کے بعد بہشت میں شراب کی حلت اُسکی وجہ بھی اس تقریر سے معلوم ہوسکتی
ہے شرح اس معماکی یہ ہے کہ شراب میں دو باتیں ہوتی ہیں ایک نشہ دوسرا سرور ان دونوں میں دیکھا تو باہم
ایک طرح سے تضاد دیکھا نشہ تو بیہوشی کا نام ہے کم نشہ ہو تو بیہوشی ہوتی ہے اور زیادہ ہوتا ہے تو زیادہ
اور سرور کو ہوش لازم ہے کیونکہ بیہوشی میں نہ رنج ہو نہ راحت نہ غم ہو نہ خوشی اس صورت میں ان دونوں کا
اجتماع ایسا ہوگا جیسا تمام مرکبات عنصریہ میں گرمی سردی کا اجتماع ہوتا ہے۔ مگر جیسے بایں وجہ کہ
گرمی سردی باہم متضاد ہیں ایک شے کی تاثیر یہ دونوں نہیں ہو سکتے اور اسوجہ سے پانی اور آگ کا اقرار کرنا
پڑتا ہے ایسے ہی بوجہ مذکور نشہ اور سرور شے واحد کا اثر تو ہو ہی نہیں سکتے خواہ مخواہ یہی کہنا پڑیگا کہ نشہ
کسی اور چیز کی خاصیت ہے اور سرور کسی اور چیز کی تاثیر اگر شراب میں وہ چیز رہی جسکی خاصیت نشہ ہے بلکہ
چھان پھٹکر قدرت کی چھلنی سے اُسکو جدا کردیں تو پھر اُس صورت میں شراب فقط لذت اور سرور ہی
رہجائے اور بیشک ہر عاقل کے نزدیک وہ شراب حلال ہو باعث حرمت شراب اول تمام عقلاء اور قائلان
حرمت کے نزدیک یہاں تک کہ ہنود کے نزدیک بھی یہی نشہ ہے چنانچہ سکر دیوتا نے جو شراب کو حرام کیا تو
اُسکے وجہ یہی نشہ ہوا چنانچہ مہابھارت میں صاف مرقوم ہے بالخصوص اہل اسلام اُسکی حرمت کے جبھی تک
قائل ہیں جب تک اسمیں نشہ ہو اگر شراب سرکہ بنجائے اور نشہ نہ رہے تو وہ اُسکے پینے میں پھر تامل نہیں
کرتے ادہر قرآن وحدیث و فقہ میں یہی وجہ مرقوم ہے بالجملہ وجہ حرمت وہ نشہ ہے اور چونکہ وہ ایک جدی
چیز کے ساتھ قائم ہے اور اسوجہ سے اُسکا جدا ہونا ممکن تو در صورت جدائی فقط مادہ سرور ہی شراب میں باقی
رہجائیگا اور ظاہر ہے کہ شراب کو جو کوئی پیتا ہے وہ بوجہ سرور پیتا ہے بوجہ بیہوشی نہیں پیتا سو کلام اللہ
میں لذت کا تو اثبات ہی جو مایہ سرور ہے اور نشہ کی نفی جو وجہ ممانعت تھی چنانچہ لفظ لا لغو فیہا ولا تاثیم اسپر
شاہد ہے علاوہ بریں دنیا میں نشہ کی چیزوں کی ممانعت اس اندیشہ سے تھی کہ نشہ کے وقت احکام
خداوندی ادا نہیں ہوسکتے۔ سو یہ اندیشہ زندگانی دنیا تک ہی ہے بعد مرگ تمام احکام ساقط ہو جاتے ہیں
بہشت میں ہر کوئی فرائض و واجبات وغیرہ سے فارغ البال ہوگا وہاں اگر شراب جائز ہو جاوے تو کیا حرج ہے

اعتراض (۹) مسلمان مردہ کو دفن کرکے زمین کو ناپاک کرتے ہیں اسلئے جلانا بہتر ہے۔

اب سے ناپاک نہیں ہوتا اس صورت میں زمین نہ حقیقت میں ناپاک ہو نہ متعفن ہو پاخانہ پیشاب کے اجزا ہی
ے اور متعفن ہوتے ہیں اور چونکہ وہ اجزا بجنسہا موجود ہوتے ہیں تو اُن مواقع پر وہ کام ادا نہیں ہوسکتے جو طہارت
م پر موقوف ہوتے ہیں مگر ہاں یہ بات پاخانہ پیشاب کے کرنے میں بھی موجود ہے لیکن چونکہ ہم دفن کرنے
ں کچھ خرابی نہیں دیکھتے تو پاخانہ پیشاب کیوجہ سے بھی کچھ اعتراض ہم پر واقع نہیں ہوسکتا خیر یہ تو ہو چکا
لب اصلی یہ ہے کہ جب حیات و ممات ہمارے اختیار میں نہیں تو پھر مردہ خواہ زمین میں دبے یا ہوا میں رہے
آگ میں جلے یا پانی میں بہو لے پھٹے ہمارے ذمہ اسوجہ سے کچھ جرم نہیں ہو سکتا کہ کیوں مردہ سے ان
ک چیزوں کو ناپاک کر دیا اور کیوں ان پاک صاف مصفی چیزوں کو بدبودار بنا دیا خداہی نے تن خاکی سے
بان کو جدا کر دیا خداہی کی یہ چیزیں ہیں وہ جانے یہ چیزیں جانیں ان دفن کر دینے میں مردہ کے حق میں پردہ
پوشی زندوں کے حق میں کچھ دشواری نہیں ہوا اور پانی میں رکھیے تو ناک کی تکلیف جدی آنکھ کی تکلیف جدی
بدبو سے ناک سڑ جائے صورت کو دیکھیے تو گھن جدا آئے آگ میں جلائیے تو گو وہ عرصہ دراز کی بدبو اور گھن نہیں
اے کے وقت کی کیفیت تو جلانے کے شرکا اور گرد و پیش کے رہنے والوں سے پوچھئے پھر ہوا کی خرابی
پانی کے بگڑنے کا اور بیماریوں کے پیدا ہونے کا اندیشہ جدا رہا اور فساد عناصر سے جو کچھ نقصان عناصر
اربعہ کو پہنچتا ہے وہ جدا رہا دفن کرنے میں نہ یہ خرابی نہ وہ فساد بلکہ شیرازہ ترکیب کے کھل جانے سے عناصر
اربعہ بدن مردہ اپنے اپنے موقع اور مقام پر پہنچ جاتے ہیں اور اسلئے مقدار خاک و آب ہوا و آتش جتنے تھے اُتنے کے
اُتنے ہمیشہ رہتی ہے علاوہ بریں تپش آتش سے زمین کی قوت نامیہ کو جو کچھ نقصان پہنچتا ہے وہ بھی ظاہر ہے
اور دفن مردگان سے جو کچھ قوت نامیہ کو قوت پہنچتی ہے وہ بھی چنداں پنہاں نہیں تپش کیوجہ سے فساد قوت نامیہ
تو خود عیاں ہے باقی دفن کیوجہ سے قوت نامیہ کی قوت کی یہ وجہ ہے کہ بدن انسانی وہ چیز ہے کہ قوت نامیہ کی
بہت سے زوروں کے بعد پردۂ عدم سے صفحۂ ہستی پر نمایاں ہوتا ہے غلہ اور میوہ جات سے اگر بدن انسانی بنتا ہے
تو قطع نظر اس سے کہ اس بننے میں نشو و نما ہوتا رہتا ہے اور یہ خود قوت نامیہ کا کام ہے یہ غذائیں بھی قوت
نامیہ ہی کی کارگزاری کی بدولت اس رنگ و بو اور ذائقہ کو پہنچی ہیں القصہ قوائے نامیہ نے بڑی قوتوں سے زمین
میں سے جہان بھر کر یہ اجزا نکالے تھے بعد دفن وہ اجزا ارکیجا جمع کئے کرائے قوت نامیہ کو ملجاتے ہیں اسلئے

پریشانی غرض دونوں اپنی خوشی کے کام اور دونو میں تہوڑا بہت اختیار کہانے میں باوجود خواہش کے اختیار ضیاع کا ہونا تو ظاہر و باہر ہے رہا بول و براز سے فراغ انہیں باوجود بے اختیاری اسقدر اختیار کر کیا کہئے جائے مخصوص پر اپنے پاؤں اپنے ارادے سے جانا اور پہر اُسپر بعض اوقات اپنی طرف سے ہمت لگانا ایسا نہیں جو کوئی نہ جانتا ہو غرض نہ موت میں ان باتوں میں سے کسی بات پر اختیار نہ حیات میں ان امور میں سے کسی امر پر قدرت نہ اپنی طرف سے جینے مرنے کے لئے کسی مکان کی تخصیص نہ اپنے ہاتوں پاؤں سے کچھہ کام چلے نہ اپنی ہمت سے کچھہ کام نکلے ادہر پاخانہ پیشاب کی ناپاکی مردہ کی ناپاکی سے بڑہکر انکی بدبو اسکی بدبو سے زیادہ بالخصوص اول اول سو اگر بوجہ ناپاکی مردوں کا زمین میں دفن کرنا ممنوع اور بوجہ آلودگی زمین کا بچانا ضرور ہوگا تو پاخانہ پیشاب سے زمین خداوندی کا آلودہ کردینا کیونکر جائز ہو جائیگا اسلئے لازم یوں ہے کہ پنڈت جی اور اُنکے مرید پاخانہ پیشاب کو زمین پر نہ گرنے دیا کریں پاخانہ کو پتے میں باندہ لیا کریں اور پیشاب کو برتنوں میں رکھہ لیا کریں اور جھٹ پٹ جلا پہونک خشک کر کرا زمین ہوا وغیرہ خدا کی مخلوقات کو عذاب ناپاکی و بدبو سے نجات دیا کریں ہائے افسوس اہل اسلام پر اعتراض کئے جائیں تو یہ اعتراض کئے جائیں جنکی خوبی ہر کس و ناکس پر آشکارا ہے [illegible] ہے اور ناپاک ہوتی ہے پاخانہ پیشاب سے کون عطر و گلاب و مشک زمین پر برستا ہے یہاں تو نکلتے ہی دماغ پھٹنے لگتا ہے زمین ناپاک ہوجاتی ہے ہوا سڑ جاتی ہے گہر گہر اور کوچہ کوچہ یہ بلائے عام جانگزا ہوتی ہے مردوں میں یہ بات کہاں اول تو وقت مرگ وہی رنگ وہی روغن وہی حسن و جمال اُسوقت نہلا دہلا کر خوشبو لگا کر زمین کے نیچے دبادیں تو بنی آدم کو اُسوقت تک کچھہ تکلیف نہ زمین میں کچھہ آلودگی دبانے کے بعد اگر پھولا پہٹا تو بنی آدم و حیوانات تو اُسکی تکلیف سے محفوظ رہے زمین بظاہر چند روز کے لئے ناپاک ہو جاتی ہے مگر حقیقت میں دیکھئے تو مردوں کی ناپاکی کا اثر زمین پر نہیں پڑتا بلکہ زمین کی پاکی کا اثر اُسپر پڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ چند روز کے بعد وہ ہمرنگ زمین بنجاتا ہے اور نہ وہ ناپاکی رہتی ہے نہ وہ بدبو اس سے صاف ظاہر ہے کہ زمین موثر ہے اور یہ مردہ اسکے مقابل قابل اور منفعل اور متاثر اور ظاہر ہے کہ موثر کا اثر متاثر کیطرف آیا کرتا ہے متاثر کا اثر موثر کیطرف نہیں جایا کرتا ورنہ موثر موثر نہ رہے اور متاثر متاثر نہ رہے یہی وجہ ہے کہ آفتاب کے نور سے پاخانہ پیشاب روشن ہو جاتا ہے پر نور آفتاب پاخانہ

غور کیجیے تو بمقابلہ اور انواع و اجناس کے تمام بنی آدم باہم قرابتی ہیں اور کیوں نہوں آخر ایک ماں باپ
سب اولاد ہیں اور اس محبت باہمی کا یہ نتیجہ ہے کہ ایک دوسرے کا حافظ محافظ ہے جیتے جی کی حفاظت
تو کچھ کلام ہی نہیں مرنے کے بعد بھی یوں جی نہیں چاہتا کہ تن مردہ اقربا کو علیحدہ کر دیجیے یہی وجہ ہے
جدائی کے وقت کسقدر روتے دہوتے ہیں اور جنازہ اٹھاتے ہیں تو کیا غل مچتا ہے اس صورت میں اگر
یہ مجبوری یا پاس نہ سمجھیے دیکھیے تو کیا مقتضائے محبت یہی ہے کہ یوں جلا کر خاک بنا دیجیے نہیں اہل محبت سے یہ
نہیں ہو سکتا ہاں تابمقدور آلایش ظاہری سے پاک صاف کر کے اچھا لباس پہنا کر حفاظت سے ایک طرف رکھ
دیجیے تو کچھ مضائقہ نہیں مگر یہ بات بجز خو کردگان محبت اور کون جانے وحشیان بے انس کو اسکی کیا خبر ہو گی جو
صدیق ہو اور نا تجربہ کاران عشق کو یہ بات کیا معلوم ہو گی جو توقع تائید ہو +

اعتراض (۱۰) مسلمان کہتے ہیں کہ آدمی مر کر قیامت تک حوالات میں رہتا ہے اور قیامت کو حساب ہو کر
جزا و سزا کو پہنچتا ہے یہ بالکل غلط ہے کیونکہ حوالات میں رکھنا خلاف عدل ہے بلکہ جزا و سزا بطور تناسخ بعد
انتقال فوراً ہی ملجاتی ہے +

جواب اول۔ اگر تاخیر جزا و سزا خلاف عدل ہے تو قبل وقت مرگ جو وقت تناسخ ہے جسقدر دیر لگتی ہے
وہ بھی اہل انصاف نہیں ہو سکتی بلکہ مناسب یوں تھا جیسے کہا کرتے ہیں اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے نیکی اور
گناہ کے کرتے ہی جزا و سزا ہوا کرتی اس تاخیر کے کیا معنے اور اس دیر کی کیا وجہ قیامت تک تاخیر اگر ظلم
ہے تو یہ بھی ظلم ہے انصاف نہیں اور یہ انصاف ہے اور ظلم نہیں تو وہ بھی انصاف ہے ظلم نہیں ہو سکتا +

جواب (۲) جو اشیا مختلف الاغراض چیزوں سے مرکب ہوا کرتی ہیں جیسے کھیتی کہ اسمیں غلہ آدمیوں کے لئے اور بھس
گھانس جانوروں کے لئے ایسی چیزوں کو انجام کار توڑ پھوڑ کر جدا جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیتے ہیں اور
اسکے مناسب اسکو کام میں لاتے ہیں مثلاً کھیتی کو ایک روز کاٹ پہانٹ توڑ پھوڑ بھس اور غلہ کو جدا جدا کر بھس
کو کپوں میں اکٹھا کر دیتے ہیں اور غلہ کو کوٹھیوں کہاتیوں برتنوں وغیرہ میں جمع کر لیتے ہیں اور پھر اسکو وقتاً
فوقتاً جانوروں کو کہلاتے رہتے ہیں اور غلہ کو بقدر ضرورت آپ کہاتے رہتے ہیں پر اپنے کہانے میں بھی تفریق
ہے کہ جہاں چھوڑ کر اچھے اچھے غلہ کو اپنے لئے رکھتے ہیں اور ناقص کو خدام اور شاگرد پیشوں اور جانوروں کو کہلاتے

اگر مدفن اور قرب و جوار مدفن میں نشو و نما کا زور ہوا کرے تو دور نہیں اور کیوں نہو فضلہ انسانی باینوجہ کہ غذا
سے نکلا ہے اور غذا نتیجہ کارگزاری قوت نامیہ ہے زمین کی قوت کو اتنا بڑھا دیتا ہے کہ کیا کہیے جسم انسا
جو اُس سے کہیں زیادہ ہے یہ زور کیوں نہ رکھتا ہو گا جسکا فضلہ ایسا کچھ ہو وہ اصل جو خلاصہ ارج عناص
ہو کیا کچھ ہو گا غرض تپش آتش کا قوت سوز ہونا اور جسم انسانی کا قوت انگیز ہونا زمین کے حق میں یقینی ہے اور
وجہ معلوم ہوتی ہے کہ مرگھٹ ہنود پر سبزہ کا نام و نشان نہیں ہوتا اور مدفن اہل اسلام ہر جگہ سبزہ زار نظر آ
ہیں علاوہ بریں والد خیر اندیش اگر سفر کو جاتا ہے تو فرزند دلبند کو اُسکی مادر مہربان کے حوالہ کرتا ہے اُسکی وال
کی سوکن کو نہیں دیتا مگر یہ ہے تو پھر مناسب یوں ہے کہ تن خاکی حوالہ خاک کیا جائے آتش کو نہ دیا جائے با
روح جسم خاکی حق میں مربی ہے چنانچہ اُسکی ترتیب اور نگرانی سے ظاہر ہے اور یہ کرہ خاک اُسکے حق میں بمنز
مادر مہربان چنانچہ اُس سے اُسکا پیدا ہونا خود اُسپر شاہد اس صورت میں درصورت سفر روح جو وقت انتقال بجا
عالم علوی پیش آتا ہے اس جسم خاکی کو حوالہ آتش کریں اور زمین میں دفن نہ کریں تو ایسا ہے جیسا اپنے فرزند کو
اُسکی مادر یعنی اُسکی ماں کی سوکن کے حوالہ کر دیجیے اور ماں کو نہ دیجیے۔ اور یہ بھی نہ سہی اگر کسیکے کبوتروں میں کس
کبوتر بے چرائے آلے یا کسیکے ریوڑ میں کسیکی بکری اسی طرح آلے تو اُسکو یہ مناسب ہے کہ اوروں کا حق جدا کر
اُنکو دیدے پر غیروں کو یہ نہیں پہنچتا کہ اُسکے کبوتروں اور ریوڑ کو ضبط کر کے لیجائے اور اُسکی غیبت میں
اُن سب کو ہلاک کر دے مگر یہ ہے تو پھر یوں مناسب ہے کہ اس جسم خاکی کو زمین میں دفن کریں تاکہ آپ آ
اپنے اپنے ہمجنس کو اپنے اپنے طرف کھینچ لیں یعنے حرکت خاک و آب و باد و آتش اپنے اپنے طبقات کیطرف جو طبعی ہے
دو حال سے خالی نہیں یا یہ خود حرکت کرتی ہوں جیسے اکثر حکمائے یونان کہتے ہیں یا ادھر سے کشش اتصال
ہو جیسے حکمائے فرنگ کہتے ہیں مگر بہر حال مناسب یوں ہے کہ حوالہ زمین کر دیں حوالہ آتش نہ کریں کیونکہ یہ
تن خاکی سر سے پا تک خاک ہے البتہ رطوبت اور بادی اور گرمی سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اجزا آبی اور ہوائی
اور آتشی بھی اسمیں آملے ہیں اسنے کسیکو چرایا نہیں اگر زمین میں دفن کر دینگے تو وہ شیرازہ ترکیب کھولکر سب کو
جدا جدا کر دیگی اور پھر وہ اجزا یا آپ اپنے اپنے مقام کو چلے جائیں گے یا اُنکے اصول اُنکو جذب کر لیں گے اور اگر
آگ کے سپرد کیا تو وہ سب کا ستیاناس کر کے بیٹھے گی اور اُسکو بھی جانے دیجیے محبت باہمی اقربا تو ظاہر ہی

جامہ وجنس کا اُس سے تقاضا کرتے ہیں مگر چونکہ یہ بات بعد ہی میں بن پڑتی ہے اسلئے مزدوری بھی بعد ہی میں ملتی ہے اور اگر وہ کام ایسا ہو کہ ایک آدمی نہیں کر سکتا اور ایک دن میں نہیں ہو سکتا بہت سے آدمی بہت سے دنوں میں اُسکو پورا کر سکتے ہیں تو مزدوری کے وصول میں اور بھی دیر لگتی ہے بالخصوص جبکہ وہ کام ٹھیکہ پر کرایا جائے یہ تو مزدوری کا حال تھا اور اگر انعام وسزا کا قصہ ہو تو پھر تاخیر میں کچھ حرج ہی نہیں کیونکہ حق غیر کا نہ دینا ظلم ہے اور حق غیر معاملات میں بیع اور اجارہ ہی کی صورت میں اپنے ذمہ ثابت ہوتا ہے انعام اور سزا میں اپنے ذمہ کوئی بات ثابت نہیں ہوتی جو تاخیر میں ظلم کا احتمال ہو باقی یہ بات خود عیاں ہے کہ جیسے ادائے حق غیر میں تاخیر بُری ہے اپنے حق کے وصول میں تاخیر عمدہ ہے اسلئے اپنے حقوق کی سزا میں تو تاخیر ہو ہی نہیں سکتی رہا انعام وہ کوئی حق واجب نہیں ہوتا جو اُسکے تاخیر بُری ہو ہاں حقوق العباد کے دلوانے میں شاید یہاں تاخیر بُری معلوم ہو اُسکا جواب یہ ہے کہ حکام دنیا کو جو کچھ خدا کیطرف سے عدل و انصاف کی تاکید ہے اور جو سب اہل مذہب اور تمام اہل عقل شاہد ہیں دنیا میں جو کچھ وصول ہو سکے ہے اُسکے دلانے میں تو خدا کیطرف سے تعجیل ضروری ہو چکی باینہمہ آخرت کا قصہ جدا رہا مگر چونکہ خدا بندوں کے حق میں فقط حاکم ہی نہیں والدین سے زیادہ شفیق اور مہربان بھی ہے تو اگر اُنکے وقت ضرورت کے لئے اُنکے حقوق کو رہنے دے اور اُسوقت لیکر اُنکے حوالہ کرے تو اس سے بہتر ہے کہ قبل وقت ضرورت اُسکو کھو بیٹھیں سو وقت کمال ضرورت تو وہی وقت ہے جبکہ عالم اسباب سراسر خراب اور برباد ہو جائے اور کوئی حیلہ و وسیلہ اور سبب اور ذریعہ کمائی کا باقی نہ رہے اُسیوقت کو ہم قیامت کہتے ہیں اُسوقت نہ کوئی حیلہ ہوگا نہ کوئی سامان فقط خدا کی رحمت یا ظاہر میں اپنے حقوق ہونگے جب یہ بات ذہن نشین ہو چکی تو آگے سنیے یہ کارخانہ دنیا تو عبادت کے لئے بنایا گیا چنانچہ دلائل ابطال تناسخ میں اُسکی شرح و بسط گزر چکی اور ظاہر ہے کہ عبادت خداوندی حق واجب خدا ہے کیونکہ بندہ مملوک خدا ہے اور مملوک کے ذمہ تعظیم مالک اور اطاعت مالک لازم ہے اور حق واجب کے مقابلہ میں کوئی چیز واجب نہیں ہوتی یوں اپنی طرف سے بطور انعام کوئی کچھ دیدے تو اختیار ہے سو غلاموں کو حسن خدمت کے مقابلہ میں جو کچھ دیا جاتا ہے وہ انعام ہوتا ہے مزدوری نہیں ہوتی جو اُسکو واجب الادا کہیئے اور تاخیر ادا سے کچھ وہم ظلم ہو اور تقصیر خدمت کے مقابلہ میں جو کچھ تدارک کیا جاتا ہے اُسکو سزا کہتے ہیں اور سزا دینے والے کا حق ہوتا ہے اُسکو تاخیر میں اپنے حق کے وصول

ہیں مگر غور سے دیکھا تو اس عالم اجسام کو بھی مختلف الاغراض اجزا سے بنا ہوا پایا چنانچہ اسکے ہر ہر رکن اور طبقہ سے نمایاں ہے کہ یہ اور کام کا اور وہ اور کام کا اسمیں اور کچھ خاصیت اسمیں اور کچھ خاصیت میں ہیں اور ہی خوبیاں ہوا پانی میں اور ہی کچھ فائدے ہیں مومن اور کام کے اور کافر اور کام کے علما اور کام کے فقرا اور کام کے ذکی اور غبی میں فرق ہے سخی اور بخیل میں تفاوت مرد اور نامرد میں اختلاف مرد و عورت میں افتراق غرض جس چیز کو دیکھئے رنگ و بو کچھ اور ہی ہے ؎ ہر گلے را رنگ و بوئے دیگرست اسمیں بھی یہی ہونا چاہئے کہ ایک روز توڑ پھوڑ کر سب کو جدا جدا کر دیں یہاں تک کہ نیکونکو انکے ٹھکانے میں اور بدوں کو انکے جیلخانہ میں پہنچا دیں سو اپنے موقع میں پہنچ جانے کا نام جزا و سزا ہے دوسرے اور سنئے مجموعہ عالم کو دیکھئے تو ایسا ہے جیسے آدمی یا کسی جانور کا جسم جیسے چشم و گوش و دست و پا وغیرہ اعضا جدے جدے کام کے ہیں ایسے ہی اس مجموعہ عالم میں زمین آسمان وغیرہ ارکان جدے جدے مصرف کے ہیں جیسے اس جسم خاکی میں عناصر اربعہ کی جدی جدی خاصیت ہے ایسے ہی اس عالم ناپائدار میں علویات اور سفلیات کے جدی جدی طبیعت اور خواہشات نفس کے جدی جدی تاثیر ہے جسم خاکی میں اگر کسی خلط کے غلبہ کے باعث مزاج اصلی میں تغیر آجاتا ہے تو اسکا نام مرض ہوتا ہے اور اسکی وجہ سے اگر روح کو مفارقت جسم سے کرنی پڑی تو اسکا نام موت ہے ایسے ہی اس عالم ناپائدار میں کسی رکن یا خواہش کے غلبہ کے باعث اگر ترکیب اصلی میں فرق آجائے اور کوئی کیفیت تازہ ظہور میں کرے تو اسکا نام علامت قیامت ہے اور اسکی وجہ سے اس روح اعظم کو جو بمقابلہ روح انسانی اس مجموعہ کے لئے ہونی چاہئے چنانچہ نظام عالم اور اسکے حسن انتظام سے ظاہر ہے اس مجموعہ سے اگر مفارقت کا اتفاق ہو جائے تو اسکا نام قیامت ہے مگر یہ ہے تو جیسے بعد مرگ تفرق اجزائے جسم انسانی وحیوانی ضرور ہے یہاں بھی بعد مفارقت کے ضرور تفرق اجزائے عالم ضرور چاہئے سو جیسے بعد تفرق اجزائے جسم انسانی ہر جزو کو اپنے اپنے کرہ کے ساتھ اتصال لازم ہے ایسے ہی بعد تفرق اجزائے عالم ہر جزو کو اپنے اپنے طبقہ میں جانا لازم ہے سو نیکونکا طبقہ جنت میں جانا اور بدوں کا طبقہ دوزخ میں جانا وہی جزا و سزا ہے اور سنئے باورچی سے کہانا پکواتے ہیں اور درزی سے کپڑا سلواتے ہیں جب وہ ختم ہو جاتا ہے تب کہیں اسکو اسکے مزدوری عنایت کرتے ہیں اور وجہ اسکی یہ ہوتی ہے کہ مزدوری اس کام کے عوض دیتے ہیں اگر وہ کام حسب دلخواہ دیکھا تو اسکو اسکی اجرت حوالہ کی ورنہ الٹا تاوان بھی

نے اپنا وجود دیکر اُسکو ایجاد کیا ہے بوجہ صفت رزاقی اُسکو عطا کرتا ہے چونکہ تمام صفات کا ہونا وجود پر موقوف ہے اور توقف بھی ایسا ہے کہ بے وجود انکا حصول متصور نہیں تو خواہ مخواہ یہی کہنا پڑیگا کہ اصل میں تمام صفات وجود سے ایسا علاقہ رکھتے ہیں جیسا آفتاب سے نور اور آتش سے حرارت یعنے اُس میں سے نکلی ہوئی ہیں اور چونکہ وجود قابل عطا و سلب ہے تو وہ تمام صفات بھی قابل عطا و سلب ہونگے ہاں جیسے بوجہ فرق قابلیت آتشیں شیشہ میں حرارت زیادہ آتی ہے اور ویسی آئینہ میں اوروں سے نور تو زیادہ آتا ہے مخلوقات میں ظہور صفات میں کمی بیشی کا فرق ہو جائے البتہ جیسے آفتاب کا نور تو آئینہ وغیرہ تک جاتا ہے پر اُسکا مصدر النور اور اصل نور ہونا نہیں جاتا ایسے ہی خدا کا وجود اور توابع وجود یعنے صفات مذکورہ تو اوروں تک جاتے ہیں پر خدا کا مصدر الوجود اور مصدر الصفات ہونا اوروں تک نہیں پہنچتا سو اسی کو خدائی اور لوازم خدائی یعنے خالق ہونا اور غنی ہونا وغیرہ کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اسکا حاصل یہی ہے کہ خدا محتاج الیہ اور معطی ہے اور سوا اُسکے اور سب اُسکے محتاج اور اُس سے لینے والے سو یہی سامان تضرع وزاری و عجز و نیاز ہے بالجملہ ہر صفت خداوندی اسکی مقتضی ہے کہ بوجہ احتیاج اُسکے مقابلہ میں ایک قسم کا عجز و نیاز ہو اور یہ ایسی بات ہے جیسے ایک شخص جامع الکمالات کے سامنے کوئی بوجہ طب آکر ناک رگڑتا ہے اور کوئی بوجہ علم دیگر سر جھکاتا ہے غرض جیسے ادھر کمالات گوناگوں ہیں ایسے ہی ادھر احتیاجات بوقلموں ہیں مگر خدا کی صفات کا کوئی ٹھکانا نہیں ایسے ہی بندہ کی احتیاجات کی کچھ انتہا نہیں سو ہر صفت کے مقابل میں بالتفصیل یا بالاجمال عجز و نیاز عبادت ہو تو تو عبادت پوری بجے ورنہ ادھوری سو بالتفصیل تو اسلئے ممکن نہیں کہ صفات غیر متناہی کے مقابلہ میں زمانہ بھی غیر متناہی ہے چاہیئے ہاں بالاجمال ممکن ہے پر اُسی شخص سے جو خاتم المراتب ہو تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ صفات میں باہم ترتب ہے قدرت کا تعلق ارادہ کے تعلق پر موقوف ہے اور ارادہ کا تعلق علم کے تعلق پر موقوف ہے اور علم کا تعلق نہ ارادہ و قدرت کے تعلق پر موقوف ہے اور نہ کسی اور کے تعلق پر موقوف ہے اور پھر یہ توقف ایسا ہے کہ ارادہ و قدرت کا تعلق بے تعلق علم متصور نہیں اسلئے یہ کہنا پڑیگا کہ ارادہ و قدرت کا تحقق بھی علم کے تحقق پر موقوف ہے ورنہ باہم تحقق میں استغنا ہوتا تو تعلق میں خواہ مخواہ ضرورت نہوتی رنگ کا تعلق کپڑے کے ساتھ اسیوجہ سے خواہ مخواہ رنگریز کے ہاتھ کے تعلق پر موقوف نہیں یوں بھی کپڑے کا رنگین ہو جانا ممکن ہے اگر ہوا کے باعث ظرف رنگ میں کپڑا جا پڑے تو جب

کرنے میں تاخیر ہوتی ہے کسی دوسرے کے حق کے ادا کرنے میں تاخیر نہیں جو وہم ظلم ہو جواب تو پنڈت جی کے اعتراض کا اتنا ہی ہے کہ عبادت اور گناہ کی جزا و سزا کی تاخیر میں کچھ ظلم نہیں مگر بغرض اثبات قیامت اتنا اور معروض ہے کہ عبادت حسب دلخواہ خداوندی جب ہی متصور ہے کہ کمال تمام اسماء و صفات خداوندی کے مقابلہ میں عجز و نیاز و تضرع و زاری وقوع میں آئے۔ کیونکہ عبادت عجز و نیاز کو کہتے ہیں اور عجز و نیاز بے اسکے متصور نہیں کہ عجز و نیاز کرنے والا اُسکا محتاج ہو جسکے سامنے عجز و نیاز کرتا ہے اُس سے اندیشہ مند ہو جسکے سامنے عجز و نیاز ادا کرے سو احتیاج کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ اُسکے پاس وہ چیز ہو جو اُسکے پاس نہیں اور اسکے ضرورت کی ہے رہا اندیشہ وہ خدا کیطرف سے ہو تو وہ بھی بدون احتیاج متصور نہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ اندیشہ کسی چیز کے زوال کے خوف کا نام ہے سو خداوند عالم کے قہر کے باعث اگر کوئی چیز جاتی ہے تو وہ اُسی کے دی ہوئی ہوتی ہے سوا اُسکے اور کون ہے جو کچھ کسیکو دیوے اس صورت میں حاصل قہر یہ ہو گا کہ اپنی دی ہوئی چیز چھین لی اور چونکہ اندیشہ ضرورت ہے کی چیزوں کے زوال کا نام ہے تو خواہ مخواہ یہ لازم آیا کہ درصورت قہر ضروریات بشری اُنسے چھین لیں بالجملہ ہر چہ بادا باد خدا کیطرف احتیاج ہر صورت میں ہے ہماری ضرورت کی چیزیں اُسکے پاس سب موجود ہیں مگر اُنکی وجود کی یہ صورت تو ممکن نہیں کہ وہ مثل زر و نقرہ روپیہ پیسا اشیائے منفصلہ ہوں کیونکہ اس صورت میں اگر وہ اشیاء بذات خود موجود ہوں کسی دوسرے کی پیدا کی ہوئی نہوں تو اول تو وہ سب خدا ہونگی دوسرے اپنر تصرف اور اُنکی داد و دہش محال ہوگی کیونکہ اس صورت میں مثل خدا کسی کے قابو کے نہونگے اور کسی دوسرے کی پیدا کی ہوئی ہوں گی تو دوسرا خدا ثابت ہو گا غرض توحید خداوندی جو مسلم فریقین ہے باطل ہو جائیگی اور خود خدا کی پیدا کی ہوئی ہوں گی تو اسکی یہی صورت ہے کہ اپنے وجود میں سے اُنکو اُنکے حوصلہ کے موافق اس طرح دیا جائے جیسے آفتاب اپنے نور میں سے قمر و کواکب و ذرات وغیرہ کو نور عطا کرتا ہے غرض جیسے آفتاب کے نور میں کچھ فرق نہیں آتا اور باایں ہمہ اور وں کو منور کر دیتا ہے ایسے ہی خدا کے وجود سے اور اشیاء موجود ہو جاتی ہیں اور خدا کے وجود میں کچھ فرق نہیں آتا اور اگر یوں نہو بلکہ وجود کوئی امر منفصل ہو تو پھر وہی تعدد خدا لازم آتا ہے الحاصل صورت ایجاد و قضائے حاجات یہی ہے کہ اپنے صفات میں سے کچھ دے یا بمقتضائے بعض صفات اپنی اشیائے مخلوقہ کو عطا فرمائے مثلاً بمقتضائے رزاقی اگر رزق عنایت کیا تو یہ معنی ہوئے کہ رزق جو ایک شے مخلوق ہے اور خدا تعالےٰ

عالم میں پھیل جائے اور کوئی فرد بشر بظاہر ایسا نہ بچے کہ وہ دین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا پابند نہو وجہ اسکی یہ ہے کہ چیز ایک مصرف کے لئے ہوتی ہے جب تک اُس مصرف میں صرف نہو اُسکا ہونا بیکار ہے روٹی پکائیں اور نہ کہائیں اور پانی لائیں اور نوش جان نہ فرمائیں تو کس کام کی روٹی اور کس کام کا پانی دین خاتم النبیین کو دیکھا تو تمام عالم کے لئے دیکھا وجہ اسکی یہ ہوئی کہ بنی آدم میں حضرت خاتم اس صورت میں بمنزلہ بادشاہ اعظم ہوئے جیسا اُسکا حکم تمام اقالیم میں جاری ہوتا ہے ایسا ہی حکم خاتم تمام عالم میں جاری ہونا چاہیئے ورنہ اُس دین کو لیکر آنا بیکار ہے الغرض حضرت خاتم جیسے بمقابلہ معبود عبد کامل ہیں ایسے ہی بمقابلہ دیگر بنی آدم حاکم کامل ہیں اور کیوں نہوں سب سے افضل ہوئے تو سب پر حاکم بھی ہونگے اور اسلئے یہ ضرور ہے کہ انکا حکم سب حکموں کے بعد صادر ہو کیونکہ ترتیب مرافعات سے ظاہر ہے کہ حکم حاکم اعلےٰ سب کے بعد ہوتا ہے مگر جب حاکم اعلےٰ ہوئے تو یہ بھی ضرور ہے کہ انکا حکم طوعاً و کرہاً ایک بار سب تسلیم کریں غرض کمال عبادت تو عبادت خاتم میں ہے اور کمال سلطنت خاتم تسلط عام میں ہے اور یہ دونوں ضروری الوقوع کمال عبادت تو بتقاضائے کمال معبودیت یعنے جامعیت صفات خداوندی اور کمال تسلط بوجہ حکومت حضرت خاتم اور ظاہر ہے کہ پہلی صورتوں میں کمال عبادت کبھی ہے اور دوسری صورت میں کمال عبادت کمی اور سوا ان دو صورتوں کے اور کوئی کمال عبادت کی صورت نہیں سو بعد ظہور ہر دو کمال لازم یوں ہے کہ یہ کارخانہ جو عبادت کیلئے قائم کیا گیا ہے بڑھا یا جائے اُسی کو ہم قیامت کہتے ہیں اور پھر اُسکے بعد حساب کتاب اور جزا و سزا کا کارخانہ قائم کیا جائے اسیکو ہم یوم الحساب اور حشر اور یوم الفصل کہتے ہیں۔ یوم الحساب کہنے کیوجہ تو خود ظاہر ہے اور حشر کہنے کی یہ وجہ ہے کہ عربی میں حشر جمع کرنے کو کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اُسوقت کتنا مجمع ہوگا اور یوم الفصل اسلئے کہتے ہیں کہ یہاں تو نیک اور بد سب باہم مخلوط ہیں اور اُس روز سب کو جدا جدا کیا جائیگا تاکہ ہر ایک کو اُسکے مناسب مقام میں پہنچائیں اور اُسکے مناسب حال جزا و سزا اُسکو دیں جنتیوں کو جنت میں لیجائیں اور دوزخیوں کو دوزخ میں پہنچائیں اور سینے نشو و نما اگر کار قوت نامیہ ہے تو تصویر یعنے مناسب حال نامیات صورت و شکل کا بنا دینا قوت مصورہ کا کام ہے مگر چونکہ نمو کا انجام ایک صورت ہوتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ قوت مصورہ منجملہ خدام قوت نامیہ ہے جیسے حیوانات میں قوت نامیہ منجملہ خدام حیات ہے اودھر عالم کو دیکھا تو خالی سے نہیں اور جس صورت کو دیکھا وہ ایک صف اور ایک معنی کو آغوش میں لئے ہوئے ہے جس سے

بھی وہی بات ہے جو رنگریز کے ڈالدینے میں ہوتی ہے مگر یہ ہے تو پھر باہم صفات مذکورہ میں اسی قسم کا فرق ہوگا
جس قسم کا دھوپ اور شعاع میں ہوتا ہے یعنے جیسے دہوپ ایک انتہائی شعاع آفتاب کا نام ہے اور اس سے
دہوپ کا تحقق شعاعوں کے تحقق پر موقوف ہے ایسے ہی صفات موقوف صفات موقوفہ علیہا سے یہی نسبت رکھتی ہونگی
اور اسوجہ سے فوقیت و تحتیت مرتبی باہم پیدا ہو جائیگی صفات موقوفہ مرتبہ تحتانی میں ہوں گی اور صفات موقوفہ
علیہا مرتبہ فوقانی میں اور اوہر مخلوقات میں باینوجہ کہ ان میں جو کچھہ ہے وہ عطائے خدا یعنے ظہور صفات ہے چنانچہ پہلے
عرض کرچکا ہوں اور پہر فرق قابلیت سے ہے تو باہم ظہور صفات مذکورہ میں تفاوت ہوگا سو جسمیں اس صفت کا
زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنے اُس سے اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائق انتقال و عطائے مخلوقات نہو
وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا ایسے شخص سے انتہا
بالاجمال عجز و نیاز کامل ادا ہو سکتا ہے کیونکہ ظہور کامل کے لئے قابل میں بھی وسعت کامل چاہیئے وجہ اسکی یہ ہے
جب حقیقت ظہور وہ حصول عطا ہوا تو جتنے بڑی عطا ہوگی اوتنا ہی بڑا ظرف چاہیئے اسلئے یہ ضرور ہے کہ جسمیں ظہور
کامل ہو جملہ کمالات خداوندی کے لئے بمنزلہ قالب ہو یعنے جیسے قالب مقلوب کی ایک صورت ہوتی ہے اگر فرق ہوتا ہے
تو یہ ہوتا ہے کہ قالب میں شکل اندر سے خالی ہوتی ہے اور مقلوب میں بہری ہوئی ایسے ہی قابل کامل کو یہ ضرور ہے
کہ اُسی شکل پر ہو اندر سے خالی اور اسلئے ہر قسم کی احتیاج اسمیں موجود ہو اور اسوجہ سے ہر قسم کا عجز و نیاز اُس سے
ظہور میں آئے ہم اسیکو عبد کامل اور سید الکونین اور خاتم النبیین کہتے ہیں اور وجہ اس کہنے کی خود اسی تقریر سے ظاہر ہے
[illegible] اسمیں [illegible] کہ وہ کون ہے ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ وہ حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں چنانچہ بطور اختصار
[illegible] ان کے موافق ہم جواب اعتراض اول متعلق استقبال کعبہ میں لکھہ چکے ہیں ترتیب طبع میں دیکھیئے وہ
[illegible] عبادت کاملہ بجز حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی سے متصور نہیں اور کیونکر ہو
کمال عبادت مشغولی ظاہری شب و روز کا نام نہیں بلکہ اُس مجموعہ عجز و نیاز کا نام ہے جس میں بمقابلہ ہر صفت اسکے
مناسب عجز و نیاز ہو مگر جب عبادت کاملہ ظہور میں آئے تو پھر جیسے کہانے کے پک جانے اور تمام روٹی سالن چاول وغیرہ
کی طبخ کامل ہو جانے کے بعد باورچی خانہ کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں اور کارخانہ کو بڑہانا شروع کرتے ہیں ایسے ہی یہاں
بھی سمجھہ لیجے اس کارخانہ دنیا کے بڑہا دینے کا وقت ہوگا اگر کیا جائیگا تو اسکا انتظار کیا جائیگا کہ ایک بار وہ دین تمام

اُس کو صورت عنایت ہو مگر جو قصہ یہاں ہے وہی قصہ بہ نسبت عالم اجسام نظر آتا ہے یہ بھی قوت علمیہ
و قوت عملیہ عالم بالا کا اجمال ہے یہی وجہ ہے کہ ہنوز تمام معانی کو صورتیں نہیں ملیں الحاصل علم خداوندی
اور تمام سامان قدرت خداوندی کا اس عالم کو اجمال کہیے اور کیونکر نہ کہیے تفصیل ہوتی تو تمام معانی متشکل
ہولتے یہ ضرور ہے کہ جیسے بزور قوت نامیہ و قوت مصورہ مادۂ بیضوی کے صورت منقلب ہوکر صورت بیضہ
پاش پاش ہو جاتی ہے ایسے ہی بزور قوت نامیہ و قوت مصورہ یہ تشکل عالم پاش پاش ہوکر مادہ عالم کو اور تشکل
عطا ہو اور سُننے حکام دنیا کا یہ دستور ہے کہ جس شہر یا قصبہ والے باغی ہو جاتے ہیں اور راہ پر نہیں آتے تو
اُن لوگوں کو سزائے سخت پہنچاتے ہیں یعنے انکو تو قتل کرتے ہیں یا دائم الحبس کرتے ہیں اور اس شہر کو
جلا پھونک خاک سیاہ کر دیتے ہیں اور عمارات کو توڑ پھوڑ مسمار کر اینٹ سے اینٹ بجا دیتے ہیں اور وجہ اسکی
یہ ہوتی ہے کہ جرم بغاوت سے بڑھکر کوئی جرم نہیں اسکے مناسب یہی ہے کہ وہ سزا دیجائے جس سے بڑھکر کوئی
سزا نہو مگر غور سے دیکھا تو بنی آدم رعیت خداوندی اور یہ زمین و آسمان اُنکے رہنے کا مکان کیونکہ انہیں کے
لئے بنایا گیا ہے چنانچہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ پھر اُنکا یہ حال کہ بالاتفاق تمام عالم میں تمرد اور سرکشی روز افزوں
ہے اگر راہ پر چند روز کے لئے آگئے تو وہ ایسا ہے جیسا چراغ مردہ سنبھالا لے لیتا ہے اسلئے یوں یقین ہے
کہ ایک روز نہ ایک روز یہ بغاوت عالمگیر ہو جائے اور کیوں نہو بنائے بغاوت خواہش پر ہے اور وہ طبعی اور
بنائے اطاعت مخالفت خواہش پر ہے اور وہ عرضی یہی وجہ ہوئی کہ ہمیشہ اطاعت کے لئے کتابیں اور پیغمبر
بھیجے گئے ثواب و عقاب کے وعدے کئے گئے تمرد اور سرکشی کے لئے ان میں سے کچھ نہیں ہوا اور پھر وہ سب
کچھ ہے بعد دورۂ خاتم النبیین بوجہ تکمیل کار عبادت اُسکی ضرورت نہ رہی کہ خواہ مخواہ نگرانی کیجیے اور کام لیجیے
بعد تکمیل کار معماروں سے کون کام لیتا ہے اسلئے یہ ضرور ہے کہ ایک روز کفر عالم میں چھا جائے اور تمام عالم
کفی ہو جائے اُسوقت بمقتضائے قہاری خداوندی یہ ضرور ہے کہ اس عالم کو توڑ پھوڑ کر برابر کر دیں اور تمام مجرم
کو گرفتار کرکے اُنکو اُنکی شان کی مناسب جزا و سزا دیں + ——— تمت ——— بالخیر

الحمد للہ والمنۃ کہ رسالۂ انتصار الاسلام مصنفۂ حجۃ اللہ مولانا **محمد قاسم** صاحب رحمہ اللہ علیہ کارپردازان

مطبع بماہ صفر المظفر ۱۳۱۴ھ ہجری در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع گردید

ہوا کہ ہر وصف اور ہر معنی ایک صورت قابل ظہور عالم شہادت جسے عالم محسوسات بھی کہئیے رکھتا ہے چنانچہ خاک
کو دیکھا وہ حقیقت میں صورت یبوست ہے اور پانی کو دیکھا تو وہ صورت رطوبت ہے اور آتش کو دیکھا
تو وہ صورت حرارت ہے آدمی کی شکل کو دیکھا تو وہ صورت معانی مجتمعہ ہے اسلئے اُس میں بھی بہت سے
صورتوں سے ترکیب ہے یعنے روح انسانی مثلاً قوت باصرہ قوت سامعہ وغیرہ قویٰ کے مجموعہ کا نام ہے
اور یہ سب اوصاف اور معانی ہیں لنکے مقابل میں جو شکل عطا ہوئی تو بہت سے اعضائے مختلفہ کی
ترکیب کے بعد پیدا ہوئی ہے جس کا حاصل وہ صورت مرکبہ ہے مگر پھر جو دیکھا تو وہ معانی اور اوصاف
جو معانی و اوصاف متشکلہ کے بعد متحقق ہوتے ہیں ہنوز مرتبہ ظہور تک نہیں پہنچے اور خلعت صورت ہنوز انکو
عطا نہیں ہوا اسلئے بحکم قوت نامیہ عالم یہ ضرور ہے کہ جیسے کبوتر و مرغ وغیرہ طیور کی مجامعت اور شہوت
سے جو منجملہ معانی و اوصاف ہیں بیضہ پیدا ہوتا ہے اور پھر اُس بیضہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے اور انجام کار
کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچتی ہے اور یہ سبب نشو و نما اور تصویر یعنے قوت نامیہ مصورہ کی کارپردازی
ہوتی ہے ایسے ہی وہ معانی غیر متشکلہ ظہور میں آئیں اور صورت دکھلائیں کیونکہ یہ یقینی ہے کہ یہ عالم بالضرور
اصل قوت نامیہ کی کارپردازی کا ظہور ہے اسلئے کہ قوت مصورہ بالضرور منجملہ خدام قوت نامیہ ہے سو حیوانات
اور نباتات میں اگر کچھ قوت نامیہ کا ظہور ہے تو وہ ایسا ہے جیسا نور آفتاب آئینوں اور ذروں اور روشندانوں
میں ظہور کرتا ہے غرض جیسے یہاں جو کچھ ہے وہ اُس اصل کا پرتوہ ہے جسکو آفتاب کہئیے ایسے ہی عالم
میں جہاں کہیں قوت نامیہ ہے وہ اُس اصل کا ظہور ہے جسکو قوت نامیہ عالم کہئیے مگر جب بعض معانی اور
اوصاف کو دیکھا کہ ہنوز متشکل نہیں ہوئے چنانچہ تمام افعال اختیاری اور اُنکی بھلائی اور بُرائی وغیرہ کو
ہنوز یہ خلعت عطا نہیں ہوا تو یوں معلوم ہوا کہ ہنوز یہ عالم مثل بیضہ کبوتر ہے تفصیل اسکی یہ ہے کہ بیضہ
اگرچہ خود شہوت طرفین اور مجامعت فریقین کی ایک صورت ہے اور وہ منجملہ معانی و اوصاف ہے مگر اُسکے
اندر جو معانی ہیں لکنوہ انکو ہنوز صورت نہیں ملی سو جب بیضہ کا بچہ بنگیا تو یہ معلوم ہوا کہ اُس میں کسقدر قوتیں
تھیں جنکا ظہور اب ہوا ہے ورنہ پہلے سے اتنا تو جانتے تھے کہ یہ بیضہ دونو نر و مادہ کی تمام قوتوں کا
اسلئے وقت تفصیل یہ ضرور ہے کہ حاصل ترکیب وہ حاصل اجتماع جملہ قوائے طرفین کے موقع

ان کتابوں کے علاوہ بھی ہر قسم کے کتابیں کتب خانہ تجارت مطبع مجتبائی دہلی سے ملسکتی ہیں +

خیر متین ترجمہ اردو حصن حصین مجتبائی

یہ نادر کتاب تمامی کتب صحاح اور کتب احادیث نبویہ علیہ الصلوۃ والتحیہ کا لب لباب ہے اسمیں کوئی درد اور وظیفہ اور عمل ایسا نہیں ہے کہ جسکی قوی سند رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچتی ہو تمام مومنین اور مومنات کے لئے اس سے بڑھکر کوئی کتاب پائی نہیں جاتی جسکے دیکھنے سے انسان داخل حسنات ہوتا ہے اور عمل کرنے سے نجات پاتا ہے ہر مسلمان کو پاس رکھنی چاہئے چونکہ یہ کتاب زبان عربی میں تھی اور ترجمہ اسکا زمانہ حال کے موافق نہ تھا اسلئے راقم نے بنظر رفاہ عام اور خیر خواہی اہل اسلام اس کتاب کو مولانا محمد حسن صاحب مرحوم و مغفور کی خدمت میں بھیجا انھوں نے سارا ترجمہ محاورۂ حال کے موافق مرتب کیا اور جا بجا الفاظ دقیق کے معانی بھی بقید اعراب بیان کئے اور جس مطلب میں کچھ اجمال تھا اُسکو شرحوں سے دیکھکر وضح کیا اور بعض اعمال مجربہ کو اُنکے موقعوں پر اضافہ فرمایا جسکا حال مطالعہ سے معلوم ہوگا + قیمت ۱۲ کاغذ ولایتی عہ

تاریخ مکہ معظمہ - حالات بناء کعبہ شریف وغیرہ مجتبائی ۲

تاریخ بیت المقدس اردو معہ نقشجات از مولوی عبد الحق صاحب مولف تفسیر حقانی - مجتبائی ۵

تاریخ بنی اسرائیل معہ نقشہ جات از مولوی عبد الحق صاحب مولف تفسیر حقانی مجتبائی ۵

کتب مصنفہ مولوی محمد قاسم نانوتوی رح

الدلیل المحکم - علی عدم القرأۃ الفاتحۃ للموتم - ا

سوانح عمری - مولانا محمد قاسم رح مولفہ مولوی محمد یعقوب ۲

انتباہ المومنین معہ خط مولوی اسمعیل صاحب شہید ا

آب حیات - در اثبات حیات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والتحیات - عہ

انتصار الاسلام حصہ اول ۲

اسرار قرآنی ا

تحذیر الناس ۲

تصفیۃ العقائد مجتبائی بجواب خط سید احمد خان ۲

توثیق الکلام ا

جمال قاسمی - اسمیں آپکے مکتوبات ہیں - ا

جواب خط سید احمد خاں ا

حجۃ الاسلام ۳

حق الصریح - فی بیان التراویح ۱

رسالہ تحفہ لحمیہ ۱

فیوض قاسمی ۲

قصائد قاسمی ۲

قبلہ نما - حصہ دوم انتصار الاسلام ۵

مباحثہ شاہجہانپور ۲